انا العاقب و العاقب الذی لیس بعدہ نبی



فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

فدایانِ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

العاقب

لاہور

جنوری 2013ء
صفر المظفر / ربیع الاول ۱۴۳۴ھ

زیرِ سرپرستی
شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی



اداریہ

محمد وحید نور

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم اور آقا کریم ﷺ کی نظرِ عنایت کے طفیل فدایانِ ختم نبوت پاکستان کو تحریک ختم نبوت 1974ء کے دوران منکرین ختم نبوت مرزائیوں / قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے حوالے سے قومی اسمبلی میں ہونے والی کاروائی کا اصل مسودہ میسر ہوگیا ہے۔ یاد رہے کہ فتنۂ مرزائیت پر قومی اسمبلی میں ہونے والی بحث کو عام کرنے پر اس وقت کی حکومت اِس شرط کے ساتھ پابندی لگائی تھی کہ بعد میں کسی موزوں وقت پر اسے عام کردیا جائے گا۔

قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی اس کاروائی کو خفیہ رکھنے کے حوالے سے جب اس وقت کی اسمبلی کے اسپیکر اور خصوصی کمیٹی کے چیئرمین صاحبزادہ فاروق علی خان سے سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا ’’بحث اور کاروائی کے دوران ایسی باتوں کے پیش آنے کا بھی امکان تھا کہ اگر منظر عام پر آئیں تو مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچ سکتی تھی۔ قادیانی فرقوں کے رہنماؤں کو بھی بلانا تھا۔ ان کا نقطۂ نظر بھی سننا تھا۔ ظاہر ہے وہ جو کچھ کہتے مسلمانوں کو ہرگز اتفاق نہ ہوتا لہٰذا کارروائی خفیہ ہی رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ناموسِ رسالت کا مسئلہ نازک اور حساس ہے۔ مسلمان جان بھی قربان کردینا ایک انتہائی معمولی بات سمجھتا ہے لہٰذا کسی بھی خطرناک جذباتی صورتحال سے بچنے کے لیے اس کاروائی کا خفیہ رکھنا ہی مناسب تھا۔ حضور

رسالت مآب ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ اُمت کو جو والہانہ عشق ہے' اس کو زبان وقلم سے بیان کرنا ناممکن ہے۔اس خفیہ بحث کا فیصلہ کھلا تھا اور اس فیصلے سے ملتِ اسلامیہ آج تک مطمئن ہے''۔(روزنامہ جنگ' جمعہ میگزین' 3 تا 9 ستمبر 1982ء)

دجل وفریب اور دھوکہ' قادیانیت کا دوسرا نام ہے۔ چنانچہ اسی سرشت کی وجہ سے قادیانیوں نے یہ پروپیگنڈہ بھی کیا کہ حکمران' قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے اجلاس کی کاروائی اس لیے خفیہ رکھے ہوئے ہیں کہ اُنہیں خدشہ ہے کہ اس کے منظرِ عام پر آجانے سے آدھا ملک قادیانی ہوجائے گا۔

قادیانی گُرو مرزا طاہر کی اس بڑھک پر قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا کہ قادیانی پریشان نہ ہوں' اگر قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے اجلاسوں کی کاروائی منظرِ عام پر آگئی تو آدھا ملک قادیانی ہونے کی بات بہت دُور ہے البتہ قادیانیوں کی اکثریت ان شاءاللہ ضرور مسلمان ہوگی۔

بہر کیف قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی اس کاروائی سے تقریباً ڈیڑھ برس قبل پیپلز پارٹی کی اسپیکر قومی اسمبلی محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ مرزا نے 1974ء کی اس کاروائی کو 38 سال بعد اوپن کرنے کا حکم دیا اور 10,8 ماہ بعد وہ مکمل کاروائی قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کی جانب سے 21 حصوں (والیمز) اور 3083 صفحات میں 46 لاکھ روپے کی لاگت سے شائع ہوگئی۔

روزنامہ جنگ میں اس حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی کہ'' قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا خفیہ ریکارڈ اوپن کردیا گیا۔اسپیکر ڈاکٹر فہمیدہ مرزا نے 38 سال بعد قادیانی آئینی ترمیم کا خفیہ ریکارڈ اوپن کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ ذرائع نے بتایا ہے کہ 7 ستمبر 1974ء کو بھٹو دور میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے لیے قومی اسمبلی نے دوسری آئینی ترمیم کی منظوری دی تھی۔اس مقصد کے لیے پورے ایوان کو قائمہ کمیٹی قرار دے کر اس کے خفیہ اجلاس منعقد کیے گئے۔ چار خفیہ اجلاس میں قادیانی جماعت کے اس وقت کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے دلائل دیے تھے۔جس پر اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے تفصیلی جرح کی۔ چونکہ ساری کاروائی خفیہ تھی اس لیے تحریری ریکارڈ پارلیمنٹ ہاؤس میں سربمہر کیا گیا۔

ذرائع نے کہا کہ آفیشل سیکرٹ ایکٹ کے تحت کوئی بھی دستاویز 30 سال تک خفیہ رہ سکتی ہے۔ تیس سال کے بعد اسے اوپن کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ 38 سال کے بعد موجودہ اسپیکر نے خفیہ قادیانی ترمیمی بل کا سارا ریکارڈ اوپن کرنے کی منظوری دے دی۔

ذرائع نے یہ بھی انکشاف کیا کہ قادیانی آئینی بل کا خفیہ آڈیو ریکارڈ بینظیر دور 1993ء میں جل گیا تھا ۔قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے خفیہ ریکارڈ کی تیاری اور طباعت پر قومی اسمبلی کو 46 لاکھ روپے خرچ کرنا پڑے ہیں اور سارا ریکارڈ اوپن کر کے جمعرات کو پارلیمنٹ ہاؤس کی لائبریری میں رکھ دیا گیا ہے۔ جہاں اراکین (اسمبلی) کو 46 لاکھ روپے خرچ کرنا پڑے ہیں اور سارا ریکارڈ اوپن کر کے جمعرات کو پارلیمنٹ ہاؤس کی لائبریری میں رکھ دیا گیا ہے۔ جہاں اراکین (اسمبلی) اس سے استفادہ کر سکیں گے"۔ (روزنامہ جنگ' 20 جنوری 2012ء)

جب سے یہ خبر ہوئی کہ حکومت کی جانب سے خصوصی کمیٹی کی ٹاپ سیکرٹ (انتہائی خفیہ) کاروائی کو اوپن کیا جا رہا ہے' اسی وقت سے قادیانی لابی اپنے مغربی آقاؤں کو یہ باور کروانا شروع ہوگئی کہ اس خفیہ کاروائی کو منظرِ عام پر آجانے سے بہت سے قادیانی ہماری حقیقت جان جائیں گے اور ہمیں بہت بُری شکست ہوگی لہٰذا جس طرح بھی ممکن ہو اسے عام ہونے سے روکا جائے۔ ہمارے انتہائی معتبر ذرائع کے مطابق مرزا خورشید احمد اس حوالے سے خصوصی طور پر مغربی ممالک کے سفارتخانوں سے روابط میں رہا۔

چنانچہ قادیانیوں کا مکر وفریب کام آیا اور حکومت نے اس خصوصی کاروائی کی اشاعت کے باوجود اسے عام کرنے سے منع کر دیا۔ اللہ رب العزت مسبب الاسباب ہے۔ انسان کے وہم وگمان میں بھی جو نہ تھا' اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم سے وہاں سے سبیل پیدا فرما دیتا ہے۔ قادیانیوں/مرزائیوں کے مکر وفریب کو رفع کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی سبیل پیدا فرمائی اور یوں قادیانیوں کی جانب سے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود قادیانیوں کے خلاف قومی اسمبلی کی خصوصی کاروائی کا اصل متن منظرِ عام پر آ گیا۔

قومی اسمبلی سیکریٹریٹ کی جانب سے شائع شدہ کاروائی **The Lational Assembly**

of Pakistan Proceedings of The Special Committee of The Whole House Held in Camera To Consider The Qadiani Issue. یعنی قومی اسمبلی پاکستان میں قادیانی مسئلہ پر پورے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی کے اِن کیمرہ اجلاس کی کاروائی'' کے عنوان سے شائع ہوئی۔اس کاروائی کے پبلشر نیشنل بُک فاؤنڈیشن اسلام آباد اور پرنٹر پرنٹنگ کارپوریشن آف پاکستان پریس اسلام آباد ہیں۔اس کاروائی کے کل 21 حصے (والیمز)اور 3083 صفحات ہیں۔ یہ تمام کاروائی موجودہ اسٹیٹ بنک بلڈنگ اسلام آباد میں ہوئی جو اس وقت قومی اسمبلی بلڈنگ تھی۔اس خصوصی کاروائی کا آغاز 5 اگست 1974ء بروز پیر کو ہوا جبکہ اختتام 7 ستمبر 1974ء بروز ہفتہ کو ہوا۔یوں کل 34 دنوں میں سے 21 دن خصوصی کمیٹی کا سیشن ہوا۔

اس خصوصی اجلاس کی محرک 30 جون 1974ء کی قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی ﷫ کی وہ قرارداد تھی جس میں آپ نے اپوزیشن اور ملتِ اسلامیہ کے ایمانی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے اراکین قومی اسمبلی سے قادیانیوں/مرزائیوں کا آئینی مقام واضح کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔اس قرارداد پر پہلے 22 اور پھر 46 اراکینِ قومی اسمبلی نے دستخط کیے جس میں حکومتی جماعت پیپلز پارٹی کے ارکان بھی شامل تھے۔اس قرارداد پر دستخط کروانے کے لیے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی ﷫ کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس کی ہلکی سی جھلک آپ اس واقعہ سے کر سکتے ہیں کہ جب قائد اہلسنت اس قرارداد پر تائیدی دستخط کروانے کے لیے اس وقت کی اسمبلی کے اپوزیشن لیڈر مفتی محمود کے پاس گئے تو انہوں نے کہا ''ارے مولانا! کیوں آپ 53ء کی تحریک ختم نبوت کے مصائب و مشکلات بھول چکے ہیں۔کیوں آپ خون کی ندیاں بہانا چاہتے ہیں؟ مولانا نورانی ﷫ نے فرمایا مفتی صاحب! آپ خون کی ندیاں بہانے کی بات کرتے ہیں اور مشکلات کی بات کرتے ہیں۔ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی خاطر جو بھی مصائب اور مشکلات آئیں گے ہم انہیں سینے سے لگائیں گے مگر ناموسِ مصطفیٰ ﷺ پر کسی بھی طرح آنچ نہیں آنے دیں گے۔

قائد اہلسنت کے ان جذبات و فرمودات کو سماعت کرنے کے بعد مفتی محمود نے قرارداد پر تو دستخط کر

دیے مگر آئندہ نتائج کے حوالے سے عدم اطمینان کا اظہار کیا۔

اسی مکتبہ فکر کے دو اور علماء کا کردار امام نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ملاحظہ فرمائیں کہ ''قسمت کی بات ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جس سے چاہے کام لے لے اور جس کو چاہے محروم کر دے۔ عبدالولی خاں جیسے افراد نے بلا تردد صرف ہمارے کہنے پر دستخط کر دیے۔ غوث بخش بزنجو نے کوئی اعتراض نہ کیا اور بلا تامل دستخط کر دیے لیکن جمعیت علماء اسلام کے مولوی غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبدالحکیم بار بار کہنے کے باوجود یہ سعادت حاصل نہ کر سکے''۔

فتنۂ قادیانیت کے خلاف علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی قرارداد کے متعلق نام نہاد مذہبی لوگوں کا ردِعمل کیسا تھا تو حکمران جماعت یعنی پیپلز پارٹی جو ہمیشہ سے سیکولر جماعت ہونے کا راگ الاپتی رہی ہے اس کا ردِعمل کیسا ہوگا۔ اس کا اندازہ بھی ان دو واقعات سے فرمالیں۔

اسپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی خان نے قائد اہلسنت سے کہا ''آپ نے یہ کیا مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ یہ پارلیمنٹ کی بحث تو نہیں ہے۔ یہ تو دارالعلوم یا دینی مدرسہ کی بحث ہے۔ مولویوں نے فتویٰ دے دیا کہ فلاں کافر ہے تو بس ٹھیک ہے۔ آپ اس مسئلہ کو اسمبلی میں کیوں لانا چاہتے ہیں''؟

جبکہ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کا کہنا تھا کہ ''آپ نے میرے لیے خواہ مخواہ ایک مسئلہ کھڑا کر دیا' ایک مصیبت کھڑی کر دی ہے''۔

قصہ مختصر اسمبلی کے اندر جمعیت علماء پاکستان کے اراکین علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی' علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری' مولانا محمد علی قصوری' مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہم نے اس انداز سے انفرادی واجتماعی محنت کی کہ بقول علامہ نورانی ''ماحول ہی ایسا بن گیا تھا کہ کسی کو مرزائیوں کی حمایت کی جرأت نہیں ہو سکتی تھی۔ باہر کے جلسے' جلوسوں اور منظم جدوجہد نے اندر کی فضا اور معاملات کو درست رخ پر رکھا۔ پھر اندر مرزا ناصر نے اپنے کیس کو جو پہلے ہی بہت خراب تھا' مزید خراب کیا''۔

ہمارے انہی اکابر کی مخلصانہ کوششوں کا ثمر تھا جو اسپیکر اسمبلی اس مسئلہ کو اپنے لیے مصیبت اور مدرسہ کی

بحث قرار دے رہا تھا' آخر کار ان جملوں میں مرزائیوں سے اپنی نفرت کا اظہار کر رہا تھا کہ" قادیانی مسئلے کے حل کے لیے اراکین اسمبلی نے اپنے عقیدے اور ضمیر کے مطابق فیصلہ دیا۔ پیپلز پارٹی کی طرف سے ان پر کوئی دباؤ نہیں تھا۔ بھٹو اور چند اراکین اسمبلی کو یقین تھا کہ قادیانی پڑھے لکھے طبقے کے افراد ہیں اور ان کے مذہبی پیشوا اپنے حق میں وزنی اور حیران کن دلائل دیں گے۔ لیکن جب انہیں بلایا گیا تو یہ تاثر ختم ہو گیا۔ مرزا ناصر احمد نے انتہائی احمقانہ' مضحکہ خیز اور مایوس کن دلائل دیے اور اپنے مفاد میں بہت گھٹیا تاثر چھوڑا۔ جرح کے دوران اسے سوالات کی بوچھاڑ کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ جرح کا سامنا تو کر گئے لیکن اپنا موقف پیش کرنے میں بُری طرح ناکام رہے۔ اس بحث کی روشنی میں حکومت اس نتیجے پر پہنچی کہ ربوہ کے قادیانی جماعت کے عقائد فی الواقع انتہائی خطرناک ہیں۔

ہم سمجھتے تھے کہ قادیانی لاہوری جماعت ان عقائد کی حامل نہیں اس لیے لاہوری جماعت کو غیر مسلم قرار دینا درست نہیں ہوگا اور حکومت اپنے طور پر طے کر چکی تھی کہ لاہوری مرزائیوں کو بچا لیا جائے کیونکہ یہ جماعت غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتی۔ جس کی بناء پر اسے غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ لیکن جب لاہوری جماعت کے معمر رہنما صدرالدین کو بلایا گیا تو معلوم ہوا کہ ؎ ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔ اس فرقہ کا ہر گروہ عقائد کا خطرناک گورکھ دھندہ لیے پھرتا ہے۔ صدرالدین کی (لاہوری) جماعت اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہے ...... اس کی گفتگو کی روشنی میں جب ہم نے ایوان کا نقطۂ نظر دریافت کیا تو اراکینِ اسمبلی کی ایک غالب اکثریت نے پُر زور طریقے سے کہا کہ لاہوری جماعت' قادیانی (ربوہ) سے بھی پہلے غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کی مستحق ہے۔ اس جماعت کو بچانا بہت خطرناک ہوگا"۔ (روزنامہ جنگ' جمعہ ایڈیشن' 3 تا 9 ستمبر 1982ء)

مرزا ناصر پر جرح کے دوران ہی اراکین اسمبلی مرزائیت کی حقیقت جان چکے تھے چنانچہ 23 اگست کو ایک فاضل رکن اسمبلی جو بظاہر مذہبی معلوم نہیں ہوتے تھے انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ اسمبلی کی طرف سے جو گزشتہ تین دنوں کی کاروائی ہمیں دی گئی ہے اس پر "احمدیہ ایشو" لکھا ہوا ہے' یہ "قادیانی ایشو" ہے۔ اس کی

تصحیح کی جائے کیونکہ اس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوسکتی ہیں اور یہ بالکل غلط ہے۔

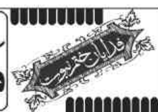
اسی طرح 5 ستمبر 1974ء کو ایک رکن اسمبلی نے ان الفاظ میں اپنے جذبات کا اظہار کیا صدر وزیر اعظم کی طرح تمام وفاقی وزراء اور وزراء مملکت پر مسلمان ہونے کی شرط عائد کی جائے۔ اسپیکر و ڈپٹی اسپیکر، گورنر، وزرائے اعلیٰ، سپریم کورٹ و ہائیکورٹ کے چیف جسٹس صاحبان، چیف الیکشن کمشنر، مسلح افواج کے سربراہان کے لیے بھی مسلمان ہونے کی شرط عائد کی جائے۔

بہر کیف اب اپنا رُخ واپس اسمبلی کاروائی کی اشاعت کی جانب کرتے ہیں۔ اسمبلی کے اس خصوصی اجلاس سے قبل یہ طے کیا گیا تھا کہ جس، جس فاضل رکن نے قادیانیوں کے ربوائی گروپ اور لاہوری گروپ کے سربراہان سے جو سوال کرنا ہو وہ اپنے سوالات لکھ کر اٹارنی جنرل آف پاکستان جناب یحییٰ بختیار صاحب کو دے دیا تاکہ وہ جرح کے دوران موقع کی مناسبت سے قادیانی گروؤں سے وہ سوال کر سکیں۔ اِس سلسلہ میں یحییٰ بختیار صاحب کے کردار کی ستائش نہ کرنا ناانصافی ہوگی۔ انہوں نے اسمبلی کے خصوصی اجلاس میں اُمت محمدیہ کی جانب سے اپنے آقا و مولا، تاجدارِ ختم نبوت، نبی کریم ﷺ کے منصبِ ختم نبوت کا بھرپور دفاع کیا اور منکرینِ ختم نبوت مرزائیوں / قادیانیوں کے کفر کو طشت ازبان کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

اب اسمبلی اجلاس کا مختصر خاکہ پیشِ خدمت ہے۔ یاد رہے کہ اسمبلی کی ایک دن کی مکمل کاروائی کو ایک والیم (حصے) میں شائع کیا گیا ہے اور کاروائی کے کل 21 والیمز (حصے) ہیں۔ یہاں ہم جرح کے حوالے سے کوئی گفتگو نہیں کر رہے کیونکہ اس کے لیے دفتر درکار ہیں اور یہ مختصر صفحات اس کے متحمل نہیں البتہ اپنے قارئین کو اس کاروائی کی اہمیت بتانے کے لیے چند مختصر اشارے (پوائنٹس) ضرور بیان کریں گے۔

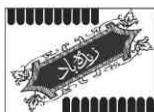
❶ 5 اگست 1974ء بروز پیر۔ آغاز کاروائی صبح 10:00 بجے۔ صفحہ 1 تا 206

سوال و جواب، جرح کا طریقہ کار طے۔ قادیانی گروپ کا حلف نامہ۔ سوال و جواب کا طریقہ کار طے۔ قادیانی جماعت کے چیف گرو مرزا ناصر پر جرح۔



ما بقاء الأمة بعد شتم نبيها (الأمان)

کیا گستاخ رسول سے انتقام لیے بغیر مسلم اُمہ کو زندہ رہنے کا حق ہے؟؟؟



❷ 6اگست 1974ء بروز منگل۔ آغاز کاروائی صبح 10:00 بجے۔ صفحہ 209 تا 345

دستاویزی مواد داخل کرنے کا طریقہ کار طے۔ سوال مرتب کرنے والی کمیٹی میں خواتین کی نمائندگی۔ مرزا ناصر پر جرح۔ قادیانیوں کی جانب سے نامکمل جواب دینے پر معزز اراکین کی جانب سے اعتراض۔ قادیانی وفد دجالِ قادیاں مرزا قادیانی کی کفریہ عبارات کو ماننے سے انکاری۔

❸ 7اگست 1974ء بروز بدھ۔ آغاز کاروائی صبح 10:00 بجے۔ صفحہ 350 تا 505

مرزا ناصر پر جرح۔ کاروائی کے ریکارڈ میں غلطیوں کی نشاندہی اور ان کی اصلاح۔ سوالات کا قادیانیوں کی طرف سے تحریری جواب۔

❹ 8اگست 1974ء بروز جمعرات۔ آغاز کاروائی صبح 10:00 بجے۔ صفحہ 510 تا 668

مرزا ناصر پر جرح۔ اراکینِ قومی اسمبلی کا اس پر اعتراض کہ قادیانی وقت گزاری کے لیے سوالات کے غیر متعلقہ جواب لکھ لاتے ہیں اور یہاں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ قادیانیوں کی جانب سے حوالہ جات کی فراہمی کا تاخیری حربہ۔

❺ 9اگست 1974ء بروز جمعہ۔ آغاز کاروائی صبح 10:00 بجے۔ صفحہ 671 تا 797

مرزا ناصر پر جرح۔ ایک رکن اسمبلی کی جانب سے توجہ دلاؤ نوٹس کہ قادیانی اسمبلی ہال میں بڑے بڑے بریف کیس لے آتے ہیں کہیں وہ پوری کاروائی ریکارڈ نہ کر رہے ہوں۔ ایک رکن کی طرف سے اسمبلی کی خفیہ کاروائی قادیانیوں کی طرف سے لیک ہونے کا خدشہ۔

❻ 10اگست 1974ء بروز ہفتہ۔ آغاز کاروائی صبح 10:00 بجے۔ صفحہ 801 تا 853

مرزا ناصر پر جرح۔

❼ 20اگست 1974ء بروز منگل۔ آغاز کاروائی صبح 10:00 بجے۔ صفحہ 857 تا 984

مرزا ناصر پر جرح۔

❽ 21اگست 1974ء بروز بدھ۔ آغاز کاروائی شام 5:30 بجے۔ صفحہ 988 تا 1100

مرزا ناصر پر جرح۔ سٹیرنگ کمیٹی کی میٹنگ۔ مرزا منصور احمد کی جانب سے سیکریٹری قومی اسمبلی کو خط۔

⑨ 22 اگست 1974ء بروز جمعرات۔ آغاز کاروائی صبح 10:00 بجے۔ صفحہ 1104 تا 1239

مرزا ناصر پر جرح۔

⑩ 23 اگست 1974ء بروز جمعہ۔ آغاز کاروائی شام 5:30 بجے۔ صفحہ 1244 تا 1341

مرزا ناصر پر جرح۔

⑪ 24 اگست 1974ء بروز ہفتہ۔ آغاز کاروائی صبح 10:30 بجے۔ صفحہ 1345 تا 1508

مرزا ناصر پر جرح مکمل۔

⑫ 27 اگست 1974ء بروز منگل۔ آغاز کاروائی صبح 10:00 بجے۔ صفحہ 1511 تا 1718

قادیانیوں کے لاہوری فرقہ کا سربراہ صدرالدین، عبدالمنان عمر (حکیم نورالدین کا بیٹا) اور مرزا مسعود بیگ (سیکرٹری لاہوری فرقہ) پیش ہوئے اور ان پر جرح۔

⑬ 28 اگست 1974ء بروز بدھ۔ آغاز کاروائی صبح 10:00 بجے۔ صفحہ 1721 تا 1855

لاہوری گروہ پر جرح مکمل۔ صمدانی ٹریبونل رپورٹ

⑭ 29 اگست 1974ء بروز جمعرات۔ آغاز کاروائی شام 6:00 بجے۔ صفحہ 1860 تا 1924

ملتِ اسلامیہ کا مؤقف نامی کتاب پڑھی گئی۔

⑮ 30 اگست 1974ء بروز جمعہ۔ آغاز کاروائی صبح 9:00 بجے۔ صفحہ 1928 تا 2385

ملت اسلامیہ کا مؤقف (باقی حصہ)۔ ضمیمہ 1: فیصلہ مقدمہ بہاولپور۔ ضمیمہ 2: ڈسٹرکٹ جج کیمبل پور کا فیصلہ

ضمیمہ 3: پاکستانی عدلیہ کا محققانہ فیصلہ مرزائی مرتد و کافر ہیں (سول فیملی کورٹ سندھ) ضمیمہ 4: مولانا عطاء اللہ شاہ کے تاریخی مقدمہ کا فیصلہ نامی رسالے پڑھے گئے۔ اس کے علاوہ ''مرزائی قطعی کافر اور غیر مسلم اقلیت ہیں'' نامی کتاب پڑھی گئی۔

⑯ 31 اگست 1974ء بروز ہفتہ۔ آغاز کاروائی صبح 9:00 بجے۔ صفحہ 2390 تا 2617

مرزائی قطعی کافر اور غیر مسلم (باقی حصہ)۔ دعاوی مرزا۔ مرزا جی کی اخلاقی حالت۔ مرزا جی کی گالیاں۔ جہاد اور مرزا جی کے کفریہ خیالات۔ سرکارِ انگریز سے وفاداری۔ حیاتِ حضرت علیہ السلام۔ لاہوری مرزائیوں کے محضر نامہ کا جواب نامی کتابچے کتابیں پڑھی گئیں۔

⑰ 2 ستمبر 1974ء بروز پیر۔ آغاز کاروائی صبح 10:00 بجے۔ صفحہ 2699 تا 2824

شہزادہ سعید الرشید، سردار عنایت الرحمٰن خان عباسی، راؤ خورشید علی خان، ڈاکٹر ایس محمود عباس بخاری، میاں محمد عطاء اللہ، بیگم نسیم جہاں، مولانا عبد المصطفیٰ الازہری، سید عباس حسین گردیزی، عبد العزیز بھٹی، محمد افضل رندھاوا، چوہدری ممتاز احمد، غلام نبی چوہدری، غلام حسن خان اور مخدوم نور محمد نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

⑱ 3 ستمبر 1974ء بروز منگل۔ آغاز کاروائی صبح 9:00 بجے۔ صفحہ 2827 تا 2924

کرم بخش اعوان، غلام غوث ہزاروی، پروفیسر غفور احمد، ڈاکٹر محمد شفیع، چوہدری جہانگیر علی، محمد ظفر احمد انصاری، خواجہ جمال محمد کوریجہ، مولانا عبد الحق اکوڑہ خٹک اور مفتی محمود نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

⑲ 5 ستمبر 1974ء بروز جمعرات۔ آغاز کاروائی صبح 9:00 بجے۔ صفحہ 2621 تا 2696

محمد حنیف خان، ارشاد احمد خاں، ملک محمد سلیمان، ملک محمد جعفر، ڈاکٹر غلام حسین، ڈاکٹر مسز اشرف خاتون عباسی نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار صاحب نے بحث کو سمیٹنا شروع کیا۔

⑳ 6 ستمبر 1974ء بروز جمعہ۔ آغاز کاروائی صبح 9:30 بجے۔ صفحہ 2927 تا 3067

چوہدری غلام رسول تارڑ، محمود اعظم فاروقی، مولانا محمد ذاکر، مولانا سید محمد علی رضوی، راؤ ہاشم خان، صاحبزادہ صفی اللہ، صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری، چوہدری برکت اللہ، محمد خان چوہدری، ملک نعمت اللہ خان شنواری، مہر غلام حیدر بھروانہ، مولوی نعمت اللہ، ملک محمد صادق، مولانا صدر الشہید، چوہدری شفاعت خان چویان نے اپنے خیالات کا اظہار کیا جبکہ اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار صاحب نے بحث کو سمیٹا۔

㉑ 7 ستمبر 1974ء بروز ہفتہ۔ آغاز کاروائی دوپہر 2:30 بجے۔ صفحہ 3072 تا 3083



وفاقی وزیر قانون و پارلیمانی امور عبدالحفیظ پیرزادہ نے مرزا قادیانی کے ماننے والے قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا اعلان کرتے ہوئے آئین میں ترمیم کا بل پیش کیا۔

7 ستمبر 1974ء کو 5:52 پر یہ بل قومی اسمبلی اور 8:04 پر سینٹ سے بالاتفاق منظور ہو کر آئین پاکستان کا حصہ قرار پایا۔ مجموعی طور پر قومی اسمبلی میں فتنۂ قادیانیت پر 96 گھٹے غور و خوض کیا گیا اور 90 سالہ پُرانے فتنے کو آئینی لگام دی۔ 96 گھنٹوں میں سے مرزا ناصر پر 11 دنوں میں 41 گھنٹے 50 منٹ اور مرزا صدرالدین (امیر لاہوری جماعت) پر 2 دنوں میں گھنٹے 20 منٹ جرح ہوئی۔

منبر و محراب سے تو روزِ اول سے ہی اس فنہ کو کافر و مرتد قرار دیا گیا تھا' بعد میں لوئر کورٹ سے سپریم کورٹ تک نے منبر و محراب کے اس فیصلے کی توثیق کی اور اَب ملکی آئین ساز ادارے بھی ایک مرتبہ پھر اس پر مہر تصدیق ثبت کی کہ دجالِ قادیاں مرزا قادیانی کو ماننے والے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

انشاءاللہ العزیز قومی اسمبلی کی یہ کاروائی مرزائیت / قادیانیت کے ریت سے قائم کیے گئے قلعہ کے لیے زور دار دھکا ثابت ہوگی کیونکہ بقول قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ''پارلیمنٹ نے قادیانیوں کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے۔ اس فیصلے کے بعد 50 ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اگر اس فیصلے کو مؤثر تشہیر کی جاتی تو باقی ماندہ قادیانی بھی اسلام قبول کر لیتے''۔ (روزنامہ نوائے وقت' 20 دسمبر' 1974ء)

علامہ نورانی نے تو فقط فیصلے کی مؤثر تشہیر کا ذکر کیا ہے جبکہ اب تو پوری کی پوری وہ کاروائی منظر عام پر آرہی ہے جس نے اراکین اسمبلی کو اس فیصلے تک پہنچایا تھا لہٰذا قادیانیت کو مزید ایک ریورس گیئر لگنے والا ہے۔ انشاءاللہ العزیز

﴾ تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد' محافظین و مجاہدین ختم نبوت زندہ باد ﴿





شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری علیہ الرحمہ 1334ھ/1918ء کو بریلی شریف (یوپی۔انڈیا) میں صدرالشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ (مصنف بہارِ شریعت) کے ہاں پیدا ہوئے۔اسم گرامی ''عبد المصطفیٰ'' مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت امام شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کا تجویز کردہ تھا۔آپ 1939ء میں تعلیم سے فراغت کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں مسندِ تدریس پر فائز ہوئے۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ 1948ء میں پاکستان تشریف لے آئے اور جامعہ محمدی شریف جھنگ میں شیخ الحدیث اور بعدازاں 1953ء میں ہارون آباد ضلع بہاولنگر کے مدرسہ میں مسندِ تدریس پر فائز ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کراچی منتقل ہوگئے۔

بچپن میں ہی آپ کو امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے دستِ حق پر بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا جبکہ اس کے علاوہ مفتیِ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ اور صدرالشریعہ حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کی طرف سے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں خلافت واجازت حاصل تھی۔

سیاسی محاذ پر آپ جمعیت علماء پاکستان صوبہ سندھ کے صدر کی حیثیت سے قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ کے دستِ راست رہے۔ 1970ء و 1985ء کے انتخابات میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ 1973ء کے متفقہ آئین' 1974ء کی تحریک ختم نبوت اور 1977ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ میں آپ نے خوب کردار ادا کیا اور قائد اہلسنت کے ہر اہم موقع پر معاون رہے۔ 1973ء کے آئین میں مسلمان کی متفقہ تعریف مرتب کرنے میں قائد اہلسنت کے ساتھ آپ کا کلیدی کردار تھا۔

آپ کا وصال 16 ربیع الاول 1410ھ /8 اکتوبر 1989ء کو سانگلہ ہل (پنجاب) میں ہوا جہاں آپ

بغرض علاج تشریف لائے تھے جبکہ نماز جنازہ قطبِ مدینہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا سید فضل الرحمٰن مدنی کی امامت میں ادا کی گئی اور بعد ازاں تدفین دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی کی ''مسجد امجدی'' کی مشرقی جانب ہوئی۔

بحمد اللہ تعالیٰ ماہنامہ ''العاقب'' کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان صفحات پر قومی اسمبلی کی اصل کارروائی میں سے شیخ الحدیث علامہ ازہری کے اس بیان کو شائع کیا جارہا ہے جو تاہنوز پردہ میں تھا اور حضرت علامہ نے 2 ستمبر 1974ء بروز پیر شام 5:30 بجے کے اسمبلی سیشن میں کیا تھا۔ یاد رہے کہ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر نے دجل و تلبیسات کا سہارا لیتے ہوئے قرآن وحدیث اور ائمہ امت کی آراء کی روشنی میں ثابت شدہ واضح حقائق کو مسخ کیا تو باعلم معزز اراکینِ اسمبلی نے اس کا زبردست محاسبہ کیا۔ اسی محاسبہ کی ایک جھلک علامہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان میں بھی ہے۔

علامہ ازہری کی یہ تقریر حکومت پاکستان کی جانب سے شائع کردہ اصل دستاویز کی جلد: 17 کے صفحہ: 2755 تا 2762 پر درج ہے جبکہ سپیکر قومی اسمبلی اور علامہ کے درمیان غیر متعلقہ گفتگو یہاں حذف کردی گئی ہے۔ یاد رہے کہ اصل کارروائی میں قرآن وسنت اور اقوالِ فقہاء کی اصل عربی عبارات کو درج نہیں کیا گیا بلکہ ان کی جگہ صرف (عربی) لکھنے پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے جسے فی الوقت ہم ایسے ہی شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

محترم چیئرمین صاحب! یہ بحث جس سلسلہ میں چل رہی ہے آج تک اللہ کے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی میں کوئی اشتباہ کبھی نہیں رہا اور اُمت مسلمہ اس مسئلہ کو یقینی طور سے ہمیشہ ہمیشہ سے جانتی ہے۔ لیکن یہاں چند دنوں تک مرزائیوں نے جو اپنے محضرات اور اپنے مضامین پیش کیے ان میں اور جرح کے دوران بار بار یہ بات آئی کہ مرزا صاحب پر وحی ہوتی تھی اور پھر اس کے بعد یہ بھی کہتے تھے کہ وہ نبی بھی تھے' رسول بھی تھے' لیکن اُمتی نبی تھے۔ اس قسم کی باتیں آتی رہیں۔ اس سلسلہ میں تین چار موضوعات پر گفتگو کروں گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ وحی کا لفظ قرآن کریم میں کئی معنوں میں مشتمل ہے۔ وحی کے اصل معنی عربی زبان

میں خفیہ اشارہ کے ہوتے ہیں، پوشیدہ اشارہ کے ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ لفظ عربی زبان کے اعتبار سے قرآن مجید میں اس معنی میں مستعمل ہے، اشارے کے معنی میں، جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ انہوں نے باہر نکل کر اپنی قوم سے یہ کہا۔ (عربی)

کہ تم صبح شام تسبیح کرو۔ یہ اشارہ کیا انہوں نے۔

اس طریقے سے سورۂ مریم میں ہے۔ (عربی)

کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف ہم نے وحی کی۔ حالانکہ خود قرآنِ حکیم میں یہ بتا چکے ہیں کہ کوئی عورت جو ہے وہ نبی نہیں ہوسکتی۔ یہ قرآن مجید ہی نے بتایا۔ باوجود اس کے اس کا تذکرہ کیا۔

اسی طریقے سے وحی کے معنی کسی چیز کے دل میں کسی چیز کو ڈال دینا ہے۔ جیسا کہ (عربی)

شہد کی مکھی کو اللہ نے وحی کی۔ بلکہ آسمان وزمین کے اوپر بھی وحی الٰہی کا تذکرہ ہے۔ لیکن تمام چیزیں لغوی معنوں کے اعتبار سے وحی کہلاتی ہیں۔

جہاں تک وحی، نبوت اور رِسالت کا تعلق ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو اس کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے (عربی)

اللہ ہی جانتا ہے وہ کس کو رسول بناتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی جیسے کہ نوح اور اُن نبیوں کی طرف وحی بھیجی جو اُن کے بعد ہیں۔ اسی طریقے سے قرآنِ کریم میں فرمایا گیا مسلمانوں کے لیے: (عربی)

کہ مسلمان وہ ہیں جو ایمان ایک بار لاتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر جو پہلے نازل کیا گیا۔ معلوم یہ ہوا، اللہ کے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اب وحی کے نزول کا کوئی سلسلہ نہیں۔ اس چیز کو قرآن کریم کی بے شمار آیات نے بتایا ہے جیسے کہ پہلے کتاب میں لکھ کر دیا جا چکا ہے۔ بہت سی آیتیں ہیں جو اس موضوع کو بیان کرتی ہیں۔ تو اس لیے وحی نبوت ہے گویا وہ صرف نبی کو آسکتی ہے، غیر نبی کو نہیں آسکتی۔ البتہ علماء کرام نے یہ بتایا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ چونکہ پہلے نبی

ہو چکے ہیں، سارے مسلمان اس بات کو جانتے ہیں کہ نبوت کبھی منسوخ نہیں ہوتی، وہ دنیا میں جب تشریف لائیں گے، آسمان سے جب اتریں گے تو ان کی نبوت منسوخ نہیں ہوگی۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں آنے کے وقت وہ نبی غیر تشریعی ہوں گے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ جو عمل کریں گے وہ شریعت محمد مصطفیٰ ﷺ پر عمل کریں گے، جیسے کہ دوسری حدیث میں فرمایا اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے۔ (عربی) اُن کو سوائے میری اتباع کرنے کے کوئی چارہ نہیں تھا۔

تو یہ معنی علماء لیتے ہیں غیر تشریعی نبی کا۔ یہ نہیں کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر دعویٰ کرے کہ میں نبی ہوں غیر تشریعی۔ یہ مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے نبی ماننے والوں کا ایک دھوکہ ہے۔ اب بھی مسلمان اس بات کے قابل نہیں ہو سکے اور نہ ہو سکتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت کسی کو دی جائے۔

ہم نے ریزولیوشن میں یہ کہا ہے کہ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں وہ کافر ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں کئی دفعہ یہاں پر ناصر نے بھی اور اس کے بعد آنے والوں نے بھی یہ بتایا کہ نہیں، ہم مسلمان ہیں، ہم کسی صورت میں کافر نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ جب ایک شخص مسلمان ہو گیا تو اس پر اَب کفر نہیں آ سکتا۔ اس کے بعد انہوں نے قرآن مجید کی بعض آیات اور احادیث سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ قرآن کریم کی یہ آیت ہے کہ اگر کوئی شخص تمہیں مل جائے اور تمہیں السلام علیکم کہے تو اسے کافر نہیں کہنا چاہیے۔ اصل میں ناصر نے یہاں دھوکہ دیا ہے۔ اصل آیت یہ نہیں ہے جو اُنہوں نے پیش کی ہے بلکہ اصل آیت میں پیش کرتا ہوں تاکہ یہ مسئلہ بالکل واضح ہو جائے۔

میں اس کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ آیت یہ ہے، اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں سفر کرو تو غور کرو اور نہ کہو ان کو جو تمہیں سلام کہے کہ تم مومن نہیں ہو۔ تمہارا مقصد اُن سے دنیاوی مال لینا ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

آخر میں فرمایا کہ پہلے تم اس قسم کے لوگ تھے کہ لوگوں کا مال لوٹنے کے لیے لوگوں کو قتل کر دیتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد یہ جائز نہیں ﴿فتبینوا﴾ اس آیت میں دو جگہ یہ فرمایا گیا۔

یہ ہوا تھا کہ ایک بدو چلا جا رہا تھا۔ اس کے پاس بکریاں تھیں۔ مسلمانوں کے سامنے سے گزرا تو اس نے کہا السلام علیکم۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ یہ کافر ہے' خواہ مخواہ سلام کر کے اپنی بکریاں بچانا چاہتا ہے۔ اس کو قتل کر کے بکریاں چھین کر لے آئے۔

اس پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ راستے میں اگر کوئی سلام کہے تو اُسے کافر مت سمجھو بلکہ اس پر اچھی طرح غور و خوض کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ مال کی لالچ میں ایک آدمی کو کافر کہہ کر قتل کر دو' حالانکہ وہ مومن ہو۔

یہاں پر یہ نہیں کہا کہ جو السلام علیکم کہے وہ مومن ہے' بلکہ فرمایا گیا کہ اس معاملے میں غور و خوض کر لو اور سوچو۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ محض یہ بات نہیں کہ جو آدمی السلام علیکم کہے وہ مومن ہو جاتا ہے بلکہ اس کے حالات پر غور کرنا پڑے گا۔

مرزائیوں کے حالات پر تمام کتابوں پر غور کرنے کے بعد یہ پتہ چلا کہ وہ حضور ﷺ کے بعد نئی نبوت کے قائل ہیں' اس لیے وہ مسلمان نہیں ہو سکتے۔

دوسری بات' انہوں نے ایک حدیث پیش کی ہے جو مرزا ناصر احمد نے غلط پیش کی ہے۔ آپ ان کے الفاظ دیکھ لیں۔ اس میں یہ ہے کہ کسی نے کسی کو کہا وہ کافر ہے' وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ حدیث یوں نہیں ہے بلکہ مسلم شریف کے الفاظ اور اس کا مفہوم یہ ہے: (عربی) جس نے کسی دوسرے کو کافر کہا' ان دونوں میں سے ایک کافر ہو جاتا ہے۔

اسی مسلم شریف کی ایک دوسری روایت یہ ہے کہ: (عربی)

اگر وہ شخص جس نے دوسرے کو کافر کہا' اگر وہ واقعی کافر ہے تو پھر ٹھیک ہے' ورنہ وہ کفر اس کی طرف لوٹ کر آئے گا۔ یہ یقینی ہے۔ اس لیے علماء بھی' صُلحاء بھی' انبیاء اور خود سید الانبیاء ﷺ بلکہ قرآن کریم نے یہ بات فرمائی ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں جو پہلے مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے۔ اس قسم کی بے شمار آیتیں ہیں۔ یہاں پر میں نے صرف گیارہ آیتیں لکھی ہیں۔ (عربی)

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم یومِ آخرت اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ

مومن نہیں۔ محض کسی کا کہہ دینا کہ میں مومن ہوں' اس سے وہ مومن نہیں ہو جاتا بلکہ یہاں پر فرمایا گیا: (عربی) پہلے وہ مسلمان تھے پھر انہوں نے کفر کیا۔ (عربی) اگر پھر کفر بڑھتا ہی رہے تو ان کی توبہ قبول نہیں ہے۔

اس قسم کی بے شمار آیتیں ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک آدمی پہلے مسلمان ہوتا ہے پھر کافر ہو جاتا ہے۔ (عربی) ان لوگوں نے زبان سے کلمہ کفر بکا۔ پہلے مومن تھے پھر کافر ہو گئے۔

جو آدمی اپنی زبان سے کلمۂ کفر ادا کرتا ہے' اگر وہ اس سے توبہ نہ کرے تو یقیناً کافر ہوتا ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان اس کے قائل ہیں حتیٰ کہ خود مرزائیوں نے کہا' اگرچہ وہ غلط بات کہی تھی' لیکن یہ کہا کہ اگر کسی پر حُجت تمام ہو جائے اور پھر وہ نہ مانے تو کافر ہو جاتا ہے حالانکہ ہم سب مسلمان تھے۔ ظاہر ہے یہ بات انہوں نے نہیں کی۔ اِتمامِ حجت کا مطلب انہوں نے لیا ہے؟

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ انہوں نے یہ بات کہی ہے کہ جس پر اِتمامِ حجت ہو جائے' جو مفہوم بھی لیا ہے انہوں نے' وہ ہے۔ پھر انکار کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

ایک آدمی کی اگر 99 وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ ایمان کی ہو' وہ مسلمان ہو' یہ فقہاء نے نہیں لکھا۔ یہ کہیں بھی نہیں ہے۔ بلکہ یہ توم کہ کسی شخص نے ایک بات کہی' اس بات میں 99 وجوہ کفر کی نکلی ہیں' ایک وجہ اسلام کی نکلتی ہے' ایک گفتگو ہے۔ اگر اس کے بعد 99 تفاسیر کی جائیں تو وہ سب کفر ہوں گی۔ ایک کفر ایسا ہے جس میں اسلام ہو' اس قول کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ یہ مفہوم ہے۔

گفتگو میں یہ نہیں کہ کوئی آدمی ایک دفعہ مسلمان ہو گیا تو وہ لوہے اور پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہو گیا۔ کتنا ہی کفر کیوں نہ کرے' اللہ اور رسول ﷺ کو گالیاں دیتا رہے' یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہی رہے گا۔

چونکہ صدر صاحب (اسمبلی اسپیکر) میری تقریر سے زیادہ محظوظ نہیں ہو رہے اس لیے میں تقریر ختم کرتا ہوں۔

کس سے منصفی چاہیں؟

انصار عباسی

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزارتِ خارجہ سیکولر ہوگئی۔ اس نے تو ایسی خطرناک حدوں کو پار کرنا شروع کر دیا ہے جس کا نہ تو اسلام سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی آئین پاکستان سے۔ پاکستان کے ایک اہم سفارتخانہ نے حال ہی میں اسلام دشمن امریکی فلم کے تناظر میں مغرب میں رسول پاک ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں دنیا کو ''اصل حقائق'' فراہم کرنے کے لیے قادیانیوں کی مدد لی۔

ایک اہم مغربی ملک (کینیڈا) میں قادیانیوں کی طرف سے منعقد کیے گئے کنونشن کے بارے میں پاکستان کے متعلقہ سفارتخانے نے باقاعدہ اُس ملک میں موجود پاکستانیوں کو ای میلز (e-mails) کے ذریعے یہ دعوت دی کہ وہ قادیانیوں کے کنونشن میں شرکت کریں۔ قادیانیوں کو 1973ء کے آئین کے تحت متفقہ طور پر غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے مگر اس کے باوجود ہمارے سفارت خانے کے دعوت نامہ میں قادیانیوں کو ''احمدیہ مسلم جماعت'' لکھا گیا۔

اس دعوت نامہ کے ذریعے یہ بھی کہا گیا کہ اس کنونشن کا مقصد اسلام دشمن امریکی فلم کو کاؤنٹر کرنا ہے۔ اس پر اُس ملک میں موجود مسلمانوں کے کچھ نمائندوں نے شور مچایا مگر اس سب کے باوجود گزشتہ ماہ قادیانیوں کا وہ کنونشن منعقد ہوا اور شرکت کرنے والوں کو قادیانیت کے بارے میں لٹریچر بھی دیا گیا۔

میری متعلقہ افسر سے بات ہوئی اور انہوں نے تسلیم کیا کہ اُن سے یہ غلطی سرزد ہوئی۔ اگرچہ بعدازاں ان صاحب نے وہاں کے اسلامی اسکالرز اور پاکستانی مسلمانوں کے کمیونٹی لیڈرز سے بھی بات کی اور یہ باور کرایا کہ وہ ایک صحیح عقیدہ رکھنے والے مسلمان ہیں۔

یقیناً ایسا ہی ہوگا مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سفارتکار اپنے پیارے نبی ﷺ کی عظمت اور اُن کی زندگی اور سنہری اصولوں کو اُجاگر کرنے کے لیے غیر مسلموں کے کیوں محتاج ہو گئے۔ میں نے اس معاملہ میں پوری تحقیق کی اور متعلقہ افسر کو بھی اس حرکت پر پشیماں پایا اور خیال کیا کہ یہ سب ایک نادانستہ غلطی ہو گئی۔

مگر گزشتہ ہفتہ کے روز دفتر خارجہ کی طرف سے لندن میں ایم کیو ایم کے دفتر میں اسکاٹ لینڈ پولیس کے چھاپے کے حوالے سے باقاعدہ ایک بیان جاری کیا جس میں باقی باتوں کے علاوہ یہ کہا گیا کہ ایم کیو ایم نہ صرف حکومت کی اتحادی جماعت ہے بلکہ سیکولر سوچ رکھنے والی ایک پارٹی ہے۔ دفتر خارجہ کو کسی پارٹی کی سیکولر سوچ کو بلا ضرورت اُجاگر کرنے کی کیا ضرورت پڑی؟

پاکستان اسلام کے نام پر بنا۔ اس کا آئین اسلامی ہے جو اسلام کو ریاست کا مذہب قرار دیتا ہے۔ اسی آئین کے تحت قرآن اور سنت رسول ﷺ کو ملک کے ہر قانون پر فوقیت حاصل ہوگی۔ ایک اسلامی ریاست کا دفتر خارجہ سیکولر سوچ پر کیوں فخر کرنے لگا؟؟؟

سیکولرازم لادینیت کا دوسرا نام ہے کیوں کہ ریاستی اُمور میں یہ دینی قوانین اور اصولوں کی مداخلت کے خلاف ہے۔ جب ہمارے دفتر خارجہ کا یہ حال ہوگا تو پھر ہمارے سفارتکار نئے نئے گل کیوں نہ کھلائیں گے؟ اس بیان اور ایسی حرکتوں پر دفتر خارجہ کے متعلقہ افسران کے خلاف فوری کارروائی کی جانی چاہیے۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو پہلے ہی شراب اور مغربی طرز کی پارٹیاں منعقد کرنے کو ڈپلومیسی سمجھنے والے ہمارے دفتر خارجہ کے بابو معلوم نہیں اپنے آپ کو روشن خیال ثابت کرنے کے لیے اور کیا کیا کر گزریں گے۔

خارجہ کے بعد اب داخلہ کے ایک معاملہ کا بھی ذکر ہو جائے۔ چند روز قبل بزرگ وکیل حبیب الوہاب الخیری صاحب ایک نوجوان کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے اور بتایا کہ اس نوجوان نے پولیس کو درخواست دی ہے کہ اس کے چچا نے کچھ ایسی کتابیں تحریر کیں جن میں مبینہ طور پر نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی گئی۔

اس بارے میں ہمارے رپورٹر نے جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ متعلقہ پولیس افسران نے آئی جی اسلام آباد

کو تجویز دی کہ فوری طور پر ایک کمیٹی بنا کر اس درخواست کے بارے میں فیصلہ کیا جائے۔اسی دوران اسلام آباد آئی ایٹ سیکٹر کی کچھ مساجد میں بھی یہ مسئلہ اٹھایا گیا۔

نمازیوں کو یہ بتایا گیا کہ علاقہ کے ایک رہائشی نے کچھ کتابیں لکھیں جن میں مبینہ طور پر نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی گئی۔ یہ بھی کہا گیا کہ متعلقہ تھانہ کو باقاعدہ درخواست دی جا چکی ہے اور علاقہ کے علماء حضرات نے بھی پولیس سے ملاقات کی مگر وہ پرچہ درج کرنے میں دلچسپی نہیں لے رہی۔

علماء کرام نے نمازیوں سے درخواست کی کہ وہ اس معاملہ میں اپنا اثر ورُسوخ استعمال کریں تا کہ اس مسئلہ کا قانونی حل نکالا جائے وگرنہ دوسری صورت میں کوئی بھی شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے۔

معاملہ چوں کہ پولیس کے سامنے آچکا ہے اور دوسری طرف علاقہ کے لوگوں اور میڈیا کو بھی اطلاعات فراہم کی جارہی ہیں اس لیے بہتر ہوگا کہ پولیس اس معاملہ کی سنگینی کو سمجھتے ہوئے فوری طور پر ضروری کاروائی کرے۔

اگر متعلقہ شخص کے خلاف کیس بنتا ہے تو فوری ایف آئی آر درج کی جائے۔ دوسری صورت میں اگر الزامات غلط ثابت ہوتے ہیں تو ضروری وضاحت جاری کی جائے تا کہ معاملہ ہاتھ سے نکلنے نہ پائے۔اس معاملہ میں مغرب اور لوکل این جی اوز (N.G.OS) ڈالر مافیا سے مرعوب ہوئے بغیر اسلام آباد پولیس اور وزارتِ داخلہ کو اپنی ذمہ داری پوری کرنی چاہیے۔





کاؤنٹر دکان میں سودا رکھنے' اس کی خرید وفروخت کرنے کے میز و تختے' وہ چیز جو حساب کرنے کے لیے استعمال کی جائے' جوتے کی ایڑی کے اوپر والے حصے' مقابلہ کرنے' رد کرنے' چال الٹی کرنے' چال کا توڑ کرنے' دوسرے کی چال کا جواب دینے' مکے بازی میں روکتے ہوئے جوابی وار کرنے اور منہ توڑ جواب دینے کے معنٰی دیتا ہے۔ منہ توڑ جواب کے حوالے سے اشک کا ایک شعر ہے' جس میں وہ کہتے ہیں

؎ یہ وجہ ہے جو پاتے ہیں منہ توڑ ہم جواب
عاشق ہوئے ہیں اک بت حاضر جواب کے

مغرب کی جانب سے اسلام دشمنی کا سلسلہ گزشتہ ایک دہائی سے وقفے وقفے سے جاری ہے' اسے ''کاؤنٹر'' کرنے کی دبی خواہش ہر مسلمان رکھتا ہے۔ مسلم حکمرانوں کو اس سلسلے میں سیاسی اور سفارتی محاذ پر جو مساعی کرنی چاہیے تھیں' وہ کہیں دکھائی نہیں دیتی' چہ جائیکہ کوئی جوابی اقدام کرے۔

حال ہی میں منظر عام پر آنے والی اسلام دشمن امریکی فلم نے پورے عالم اسلام میں آگ لگا دی' نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کا شغر احتجاجی مظاہرے ہوئے' مگر مسلم حکمرانوں کی اکثریت خاموش تماشائی بنی رہی۔

حکومت پاکستان کا رویہ بھی کچھ مختلف نہ تھا۔ جب تحفظِ ناموس رسالت ﷺ کے لیے ساری قوم میدان میں آئی تو ایک دن کی چھٹی اور وزیر اعظم ہاؤس میں کانفرنس کا اہتمام کر کے ''عوامی احتجاج'' میں حصہ ڈالا گیا اور جب امریکی سفارتخانے اور صوبائی دار الحکومتوں میں امریکن قونصلیٹوں پر احتجاج ریکارڈ

کرانے سے لوگوں کو روکا گیا تو جذباتی نوجوانوں اور بعض پلانٹڈ افراد کی جانب سے کی جانے والی توڑ پھوڑ نے انہیں آقاؤں کی خدمت کے لیے ''پوائنٹ اسکورنگ'' کا جیسے موقع فراہم کر دیا۔

بیانات بدل گئے' میڈیا کے ساتھ مل کر منفی پہلو اُجاگر کر کے احتجاج کو سبوتاژ کیا گیا اور پھر ملالہ قضیہ تراش کر امریکی فلم کے خلاف احتجاج کو ''ہائی جیک'' کر لیا گیا۔ میڈیا کے ذریعے مقصد برآری کے لیے ملالہ ایشو کو استعمال کرنے کی فضا بنالی گئی تھی مگر سوشل میڈیا نے ایک ''تصویر'' سامنے آتے ہی سوالات اُٹھا کر اس ''دروغ بے فروغ'' کے تار و پود بکھیر دیے تو پیالی میں اُٹھایا جانے والا طوفان جھاگ کی طرح بیٹھ گیا اور پھر فنڈ ریزنگ مہم میں تبدیل ہو گیا' جس کے لیے صدر آصف زرداری فرانس گئے۔

کچھ ملنے کی ''امید'' ہو یا ''نمبرز'' بنانے کا موقع ہو اُسے ہمارے حکمران ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ چاہے اس کے لیے اسلام کی تعلیمات اور آئین پاکستان کی دفعات کو ہی کیوں پامال نہ کرنا پڑے' ہماری وزارت خارجہ اور سفارتخانوں کو ''اہم ایشوز'' پر مسلم اُمہ یا پاکستانی عوام کی اُمنگوں کی ترجمانی کی کبھی توفیق نہیں ہوئی مگر گزشتہ دنوں اسلام دشمن امریکی فلم کو کاؤنٹر کرنے کے لیے کینیڈا میں ایک کنونشن کا انعقاد ہوا' جس کے لیے پاکستانی سفارت خانے کی جانب سے دعوت نامے اور اِی میلز کر کے وہاں موجود پاکستانیوں کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ دعوت نامے میں اس کنونشن کا ایک نکاتی ایجنڈا یہ بتایا گیا کہ اس کا مقصد توہین آمیز امریکی فلم کا جواب دینا اور ایسے معاملات کا سدباب کرنا ہے اور مغرب کو اصل حقائق سے باخبر کرنا ہے۔

اس ایجنڈے سے کسی مسلمان کو اتفاق نہیں ہو گا۔ سفارتخانے کی جانب سے دعوت ملنے پر مختلف اسلامی ملکوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں خصوصاً پاکستانی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد مبینہ طور پر پاکستانی سفارتخانے میں پہنچ گئی' جہاں پتہ چلا کہ یہ تو قادیانیوں کا اجتماع ہے۔ قادیانی جنہیں 1973ء کے آئین کے تحت متفقہ طور پر غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے' اس کنونشن میں اپنی جماعت کا پیغام تقریری اور تحریری طور پر شرکاء میں تقسیم کرتے رہے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ دعوت نامے میں بھی ''احمدیہ مسلم جماعت'' تحریر کیا گیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار ''عقیدہ ختم نبوت'' سے انکار کے باعث دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور آئین پاکستان کی رُو سے وہ خود کو مسلمان کہلا سکتے ہیں نہ اسلامی شعائر کو اپنی شناخت کے لیے استعمال کر سکتے ہیں، مگر پاکستان کے سفارتخانے نے انہیں نہ صرف مسلمان لکھا بلکہ سفارتخانے کو دھوکے سے ایک غیر مسلم اقلیت کی باطل تبلیغ کے لیے استعمال کیا۔

اس پر وہاں کے مسلمانوں نے احتجاج کیا تو ''عذرِ گناہ بدتر از گناہ'' کے مصداق کہا گیا کہ غلطی ''نادانستگی'' میں ہوئی۔ یہ کیسی نادانستگی ہے جس میں دعوت نامہ احمدیہ مسلم جماعت کے رکن کی طرف سے جاری کیا گیا۔ آخر وہ کون سی مجبوری تھی جس نے انہیں نہ صرف توہین رسالت کرنے والوں کے خلاف غیر مسلموں کی مدد لینے پر اُکسایا بلکہ انہیں ''مسلم'' ثابت کرنے پر اُبھارا۔ اس سے واضح ہوتا ہے ہمارے ملک کی بیوروکریسی اور حکومت کے کلیدی عہدوں پر نہ صرف قادیانی بلکہ ان کے ہمدرد آج بھی موجود ہیں، جو موقع ملتے ہی مغربی آقاؤں کے اشارے پر حقِ نمک ادا کرنے سے نہیں چوکتے۔ ان کے لیے ''ایمان'' بھی بازار کی جنس ہے، جسے وہ فروخت کرنے سے نہیں ہچکچاتے۔

یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا، مگر بدقسمتی سے اس میں ''مقتدرین'' مسلم اکثریت کی بجائے اقلیتوں کی ترجمانی کو اپنا ''فرضِ منصبی'' سمجھتے ہیں اور مغرب کا آموختہ دہراتے ہوئے توہین رسالت اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے متفقہ قوانین کو امتیازی کہہ کر بدلنے کی بات کرتے ہیں۔ اس کا اظہار وہ ''مکالمہ بین المذاہب'' کے نام پر منعقد کیے جانے والے کنونشنوں، سیمیناروں، میڈیا کے مختلف پروگراموں، نجی محافل، غیر ملکی کانفرنسوں، حکمرانوں اور سفراء سے کرتے ہیں۔ لادینیت کو وہ لبرل ازم اور روشن خیالی کا چولا پہناتے ہیں۔

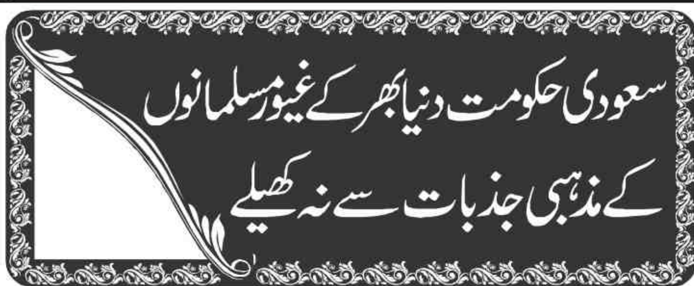
جب سے اس ملک میں ''پرویزوں'' کا راج شروع ہوا ہے، قادیانی اور دوسری اقلیتوں کی دین دشمن اور ملک دشمن سرگرمیوں کی شرح خاصی بڑھ گئی ہے۔ اگر ان کی سرگرمیوں کے نتیجے میں امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو انتظامیہ اور مقتدرین ان کی غیر معمولی پشت پناہی کرتے ہیں۔ ان کے خلاف مقدمات کے

اندراج تک سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ اگر مجبوراً اندراج کرنا پڑے تو متعلقہ قوانین کی بجائے ایسے قوانین کے تحت ایف آئی آر کاٹی جاتی ہے جن سے مجرم ملزم بن کر چھوٹ جائیں۔ اگر معاملہ عدالت میں چلا جائے اور ثبوت موجود ہوں تو ''تاثیری فارمولا'' بروئے کار لاتے ہوئے مجرم کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا جاتا ہے۔ پھر بھی بات نہ بنے تو ماورائے عدالت اقدام سے ''کاغذات'' تیار کر کے بیرون ملک بھیج دیا جاتا ہے جیسا کہ عاصیہ مسیح کے بارے میں ان دنوں خبریں زیرِ گردش ہیں کہ اسے اسپین بھیجنے کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔

ایسے میں کینیڈا کے پاکستانی سفارت کار کی طرف سے قادیانیوں کی پشت پناہی اس ''معمول'' کا حصہ ہے جو اس وقت ''فرمانِ امروز'' کی صورت میں رائج ہے۔ اس اہم ترین معاملے کو مذہبی حلقوں نے بھی ''ہائی لائٹ'' نہیں کیا اور نہ اسے پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا میں سامنے لانے کی کوشش کی گئی۔ صرف ایک ممبر قومی اسمبلی نے اسے ایوان میں اٹھایا جس پر حکومت نے اس واقعے کی تحقیقات کرنے اور ایوان کو آگاہ کرنے کا وعدہ کیا' مگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ''تحقیقات'' کا نتیجہ ڈھاک کے تین پات کے سوا کچھ نہیں نکلے گا۔ کسی مسئلے کو سرد خانے کی نذر کرنا ہو تو اس پر ''تحقیقات'' کی چادر ڈال دی جاتی ہے کیونکہ اب بے عزتی کو عزت سمجھا جاتا ہے' دل کی بجائے شکم کی مانی جاتی ہے۔

کینیڈا میں پاکستانی سفارت خانے میں جو کچھ ہوا اُس پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ ہماری وزارت خارجہ نے اپنے ایک بیان میں جو اسکاٹ لینڈ پولیس کے ایم کیو ایم کے لندن دفتر پر مارے جانے والے چھاپے کے پسِ منظر میں جاری کیا گیا ہے' ایم کیو ایم نہ صرف حکومتی اتحاد کا حصہ بلکہ سیکولر سوچ کی حامل پارٹی ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزارتِ خارجہ لادینیت اور لادینی قوتوں سے اظہارِ یکجہتی کرے گی تو اس کے سفارت کار لادین عناصر اور غیر مسلموں کی پشت پناہی کے لیے حضور اکرم ﷺ کے نام کو استعمال کرنے سے کیسے رُک پائیں گے۔ قادیانیوں کی ان سرگرمیوں میں اپنوں کا ہاتھ ہے۔

؎ کچھ باغباں بھی ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے



نبی کریم ﷺ کے روضۂ اقدس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مزار بھی سعودی حکومت کے انہدامی منصوبہ میں شامل ہوگئے ہیں۔گذشتہ 20 برسوں میں سعودی حکومت نے عالیشان مال اور کمپلیکس بنانے کے لئے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے 95 فیصد تاریخی اور متبرک مقامات کے آثار کو مٹا دیا ہے۔

مدینہ منورہ میں مذہبی اور تاریخی مقامات کے آثار کو مٹانے کا مذموم سلسلہ جاری ہے۔اب یہ روح فرسا خبر سامنے آئی ہے کہ کھربوں روپے کی لاگت سے تعمیر ہونے والی مسجد نبوی کی توسیع کے لیے حکومت نے تین متبرک مقامات کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا ہے جس میں پیغمبر اسلام ﷺ کے روضۂ اقدس کے علاوہ ان کے انتہائی قریبی صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مزار بھی شامل ہیں۔اس خبر کے سامنے آنے سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں بے چینی و اضطراب پھیل گیا ہے۔

بے شک ہر سال زائرین کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر حرم شریف اور مسجد نبوی کی توسیع بے حد ضروری ہوگئی ہے لیکن اس کے لئے تاریخی اور مذہبی نقطہ نظر سے انتہائی اہم متبرک مقامات کو ختم کر کے سعودی حکومت یا تو اپنے عقلی دیوالیہ پن کا ثبوت دے رہی ہے یا پھر اپنی روایتی ہٹ دھرمی کا۔

مسجد نبوی کی توسیع کے لئے مغربی سمت کو منتخب کیا گیا ہے جہاں روضۂ اقدس ﷺ اور دونوں صحابہ کرام کے مزارات واقع ہیں۔واضح رہے کہ موجودہ احاطے کے مغربی دیوار کے باہر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق سے موسوم مسجدوں کے علاوہ مسجد غمامہ واقع ہے جہاں حضور اکرم ﷺ نے پہلی عید الفطر کی نماز ادا کی تھی۔

سعودی حکومت کے اس غیر دانش مندانہ فیصلے کی کئی تعلیمی شخصیات نے بھی مذمت کی ہے۔ اسلامک ہیریٹیج ریسرچ فاؤنڈیشن کے ڈاکٹر عرفان البلادی نے کہا کہ "اس میں کوئی شک نہیں کہ مسجد نبوی کی توسیع ضروری ہے لیکن جس طرح سے انتظامیہ نے توسیع کرنے کے لئے مذہبی اور مقدس آثار کو مٹانے کا منصوبہ بنایا ہے وہ انتہائی فکر کی بات ہے۔ جب کہ انہدامی کاروائی سے بچا بھی جا سکتا ہے اور ان مقدس مقامات کو محفوظ بھی کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے باوجود انتظامیہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہے۔ اصل میں ان کا مقصد ہے کہ حضور ﷺ کے روضۂ اقدس کے مقام کو لوگ یاد نہ رکھ سکیں۔"

یاد رہے کہ ڈاکٹر عرفان گزشتہ 10 برسوں سے اسلامی آثار کو مٹانے کے اقدامات کے متعلق آگاہی پھیلانے کے کام میں مصروف ہیں اور انہوں نے ہر موقع پر انتظامیہ اور حکومت سے احتجاج کیا ہے۔

ہر سال حج کے موقع پر دنیا بھر سے ایک کروڑ 20 لاکھ سے زائد زائرین مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ آتے ہیں اور یہ تعداد 2025ء تک ایک کروڑ 70 لاکھ تک پہنچنے کا اندازہ ہے۔ اس میں بھی کوئی دورائے نہیں کہ سعودی حکومت نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں سہولیات فراہم کرنے اور حرم شریف اور مسجد نبوی کی توسیع اور تزئین میں اربوں روپے صرف کئے ہیں اور عازمین حج اور زائرین کو ہر ممکن سہولیات فراہم کرنے کی کوشش بھی کی ہے لیکن جس طرح سے ان دو مقدس شہروں میں عالیشان مالس اور بڑے تعمیراتی پروجیکٹوں کے لیے اسلامی یادگاروں کو بڑے پیمانے پر مٹایا گیا ہے وہ انتہائی قابل مذمت ہے۔

واشنگٹن میں واقع ایک تحقیقی ادارے کے مطابق گزشتہ 20 برسوں میں 1400 برسوں سے زائد قدیم 95 فیصد تاریخی اور اسلامی یادگاروں کو مٹا دیا گیا ہے۔ مسجد حرم کے نزدیک ہی جبل عمر کمپلیکس کی تعمیر کی گئی ہے جس کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کے اجیاد قلعے اور جس پہاڑی پر یہ واقع تھا اسے منہدم کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ کے جائے پیدائش پر اب لائبریری بنا دی گئی ہے اور ان کی پہلی زوجہ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو منہدم کر کے وہاں پر (معاذ اللہ) عوامی ٹوائیلیٹ (باتھ رُوم) بنا دیا گیا ہے۔

جنگ خندق جس کا اسلام کی تاریخ میں اہم مقام ہے' کی فتح کی یادگار کے طور پر جو سات مسجدیں بنائی

گئی تھیں، ان میں سے اب صرف 2 ہی باقی رہ گئیں ہیں۔ باقی سب شہید کی جا چکی ہیں۔

10 سال قبل حضور ﷺ کے نواسہ سے وابستہ ایک مسجد کو ڈائنا مائیٹ سے اڑا دیا گیا تھا۔ انتہائی رازداری سے لی گئی اس موقع کی تصویروں میں مذہبی امور سے متعلقہ پولیس کو انہدامی کارروائی کے وقت جشن مناتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔

2007ء میں وزارت برائے اسلامی امور نے ایک پمفلٹ شائع کروایا تھا جس پر سعودی عربیہ کے چیف مفتی عبدالعزیز الشیخ کے دستخط تھے جس میں روضۂ اقدس ﷺ اور دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے مزارات کو (نعوذ باللہ) منہدم کرنے کی بات کی گئی تھی۔

ڈاکٹر عرفان کے بقول ”مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی اسلامی یادگاروں کے مٹانے پر عالم اسلام اور مسلمانوں کی خاموشی انتہائی قابل مذمت ہے۔ اب حضور اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس جہاں آقا و مولا نے عبادت کی اور اسلام کی ترویج کی، اس مقام کو بھی مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور چاروں طرف صرف خاموشی ہی خاموشی ہے۔

قارئین العاقب توجہ فرمائیں

جنوری 2013ء سے

ماہنامہ العاقب کی نئی ممبر شپ کا آغاز ہو گیا ہے۔

● تمام قارئین ذہن نشین فرما لیں کہ ان کی سابقہ ممبر شپ دسمبر 2012ء میں ختم ہو گئی ہے۔ ● نئی ممبر شپ کی معیاد جنوری 2013ء سے دسمبر 2013ء تک ہو گی۔ ● ادارہ بھرپور کوشش کرتا ہے کہ رسالہ ہر ماہ کی 5 تاریخ تک لازمی شائع ہو جائے تاہم اگر کسی قاری کو 10 تاریخ تک رسالہ نہ ملے تو وہ لازمی رابطہ فرما لے۔ ● رسالہ ترسیل کے ذمہ دار حافظ کاشف عمران صاحب ہیں۔ اگر کسی صاحب کو ان سے کوئی شکایت ہو یا ان کی کسی شکایت کا ازالہ نہ ہو تو وہ اس نمبر پر رابطہ فرمائیں۔ 0324-4931192



یہ مضمون آج سے 6,5 سال قبل لکھا گیا تھا۔ اس وقت بھی مٹھی بھر شر پسند و اسلام دشمن نجدی طبقے نے گنبدِ خضراء شریف کے متعلق اپنے خبثِ باطن کا اظہار کیا تھا اور آج بھی وہی شریر و گستاخ طبقہ پھر شرارت پر آمادہ لگ رہا ہے۔ لہٰذا غیور اہل اسلام کو بروقت ہوش کے ناخن لیتے ہوئے ناپاک نجدی عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے عملی اقدامات کرنے چاہیے۔

گنبد خضراء شریف جس کی ضیاء پاشیوں سے کائنات روشن ہے' جس کی ہریالی سے عالمِ رنگ و بو کا سبزہ قائم ہے' جس کے تصور سے قلب مسلم کی دھڑکن وابستہ ہے۔

وہ گنبد خضراء جس میں محبوبِ خدا' سرورِ انبیاء' رحمۃٌ للعالمین' شفیع المذنبین ﷺ تختِ نبوت پر تشریف فرما ہیں اور اپنے دستِ اقدس سے اللہ رب العزت کے دیئے ہوئے انعامات' کائنات کی ہر مخلوق میں تقسیم فرما رہے ہیں۔ اہل قلب و نظر سے پوچھیے کہ سنہری جالیوں کے سامنے انبیاء کرام علیہم السلام جھولیاں پھیلائے کھڑے ہیں۔ سید الملائکہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تو قدمین شریفین میں اب بھی زائرین کے درِ سماعت پر یہ صدا دیتے ہیں کہ

ذرا سی بے ادبی کی تو عمر بھر کا سرمایہ گیا

یہ گنبد خضراء جس کا دیکھنا اہل ایمان کی تسکین ہے' جس کی زیارت کی آرزو میں آٹھوں پہر نہ جانے کئی لاکھ آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور کتنے دل تڑپتے ہیں۔ یہ گنبد خضراء اہل ایمان کی متاعِ عظیم ہے۔ اس کے تحفظ کے لیے جہاں اللہ رب العزت نے ملائکہ کو مقرر فرمایا ہے' وہاں اہل ایمان کے قلوب میں یہ جذبہ عطا فرمایا کہ جس بدبخت نے اس کی طرف میلی آنکھ اُٹھائی تو اہل ایمان نے اس کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک کر دیا۔

صدیوں سے یہود، ہنود اور بے دین، لعین، اسلام دشمن قوتوں کی گندی آنکھوں میں گنبد خضراء کھٹک رہا ہے۔ وہ معاذ اللہ اسے شہید کرنے کے لیے ہر دور میں کئی رنگ و رُوپ بدل کر آئے مگر تاریخ کی ورق گردانی کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ جب بھی کوئی بدقسمت اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مدینۃ الرسول میں گنبد خضراء اور اس کے مکین رحمۃ للعالمین علیہ التحیۃ والثناء والتسلیم کو گزند پہنچانے آیا تو حضرت سلطان نور الدین زنگی علیہ الرحمۃ جیسے فاتحِ اسلام، شیر دل، غیور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کام تمام کر دیا۔

اب بھی اُمتِ مسلمہ میں الحمد للہ لاکھوں نور الدین، علم الدین موجود ہیں جو تحفظ گنبد خضراء پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے ہمہ وقت کفن بردوش ہیں۔

موجودہ سعودی حکومت کے ساتھ نجدی شریعت کے معاملات کے ذمہ دار آلِ شیخ یعنی ابن عبد الوہاب نجدی کے چیلے چانٹے ہیں، جنہیں دنیا ''وہابی'' کے نام سے جانتی ہے۔ وہ گذشتہ ایک صدی سے مزاراتِ محبوبانِ خدا سے دشمنی کر کے انگریز سے انعام وصول کر رہے ہیں۔ جنہوں نے جنت البقیع شریف، جنت المعلیٰ شریف میں مدفون ہزاروں صحابہ کرام، اہل بیت عظام، امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین اولیاء اُمت کے مقدس مزارات پر بلڈوزر چلائے، جس پر دنیا بھر کے کروڑوں اہلِ اسلام سراپا احتجاج بنے۔

ان کے ناپاک منصوبوں میں گنبد خضراء شریف کو شہید کرنا بھی شامل تھا کیونکہ یہ اسلام کے لباس میں ''اسلام دشمن نجدی''، گنبد خضراء کو شہید کرنا اپنے خام خیال میں بہت بڑا کارنامہ گردانتے ہیں۔ مگر

پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

کئی سال قبل نجدیوں نے اہلِ اسلام کو جانچنے کے لیے گنبدِ خضراء شریف کو شہید کرنے کا شوشہ چھوڑا تھا تو دنیا بھر میں آگ لگ گئی تھی۔ بعد میں شاہ فہد نے وضاحتی بیان جاری کر کے مسلم دنیا کو ٹھنڈا کیا لیکن انہوں نے اپنے خبث باطنی کا اظہار یوں کیا کہ سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزارِ مقدس پر بلڈوزر چلا کر اہلِ ایمان کے زخمی قلوب پر نمک پاشی کی۔ اگرچہ دنیا بھر میں ایک شور بپا ہے مگر.......؟

فقیر اپنے والد گرامی، مفسر اعظم پاکستان (حضرت علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی) کی معیت میں

28 رمضان المبارک 1428ھ کو مسجدِ نبوی شریف میں افطاری کے لیے مختلف انواع واقسام کی نعمتوں سے سجے جنتی سفرہ پر بیٹھا تھا کہ کویت، جدہ اور بمبئی کے احباب آئے اور دل ہلا دینے والی خبر سنائی کہ ایک بد بخت نجدی نے کتاب لکھی ہے کہ معاذ اللہ گنبد خضراء شریف کو گرانا ایک مستحسن عمل ہے۔ سفرہ پر بیٹھے تمام احباب یکدم چونک گئے۔

ایک عزیز کی ذاتی کاوش سے صلوٰۃ تراویح کے بعد کتاب کے دو نسخے ملے۔ کتاب کا نام "زیارتِ مسجد مصطفیٰ ﷺ (فضائل واحکام)" ہے۔ لکھنے والا کمبخت شاہد محمد شفیق، داعیہ مکتب دعوۃ توعیۃ الجالیات بالرس ہے۔ اس پر نظرِ ثانی نور الدین، مرکز توعیۃ الجالیات بالقصیم نے کی ہے جبکہ مکتب دعوۃ توعیۃ الجالیات فی محافظ بالرس، ص ب (656) سے طبع شدہ ہے۔ سن طباعت 1428ھ اور صفحات 157 ہیں۔

یوں تو یہ پوری کتاب اپنے قاری کا دل جلاتی اور خون کے آنسو رُلاتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ

؎ لباسِ خضر میں پھرتے ہیں ہزاروں راہزن

پوری کتاب میں مصنف نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ کوشش کی ہے:

؎ یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا

رُوحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

کتاب میں کفار ومشرکین کی مذمت اور اصنامِ باطلہ پر لعنت وملامت والی قرآنی آیات کو انبیاء کرام علیہم السلام واولیاء کرام ومحبوبانِ خدا پر چسپاں کر کے اس نامراد مصنف نے اپنی دنیا وآخرت تباہ و برباد کرنے کا سامان کیا۔

بالاستم یہ کہ قرآنی آیات کو حضور نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیاتِ طیبہ تک محدود کر کے قرآن مقدس کے معجزہ تا قیامت ہونے کو چیلنج کیا۔ مثلاً بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہونے والے حکمِ باری تعالیٰ ﴿ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک ﴾ (الی آخر آیه) اگر اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو اے محبوب! وہ تمہارے حضور حاضر ہو جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو

بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔(پ:5' سورۃ النساء' آیت:64)

اس آیت کو مصنف نے کتاب کے ص:67-68 پر لاف گزاف مارتے ہوئے لکھا کہ درحقیقت یہ آیت آپ ﷺ کی زندگی کے لیے خاص ہے۔(ص:68) اس عقل کے اندھے اور علم سے کورے ملّا سے کوئی پوچھے کہ پھر کیا قرآنی احکامات کو رسولِ کریم ﷺ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ پر محمول کرتے ہوئے منسوخ تصور کیا جائے گا۔(العیاذ باللہ)

مثلاً ارشادِ ربانی ہے کہ ﴿یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین﴾ (الیٰ آخر) یعنی اے نبی ﷺ کفار و منافقین سے جہاد کیجئے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ جہاد کا حکم تو نبی ﷺ کو دیا جارہا ہے لہٰذا آپ کے ظاہری پردے کے بعد جہاد اہلِ اسلام پر کیونکر فرض ہو؟ نجدی شریعت میں اس کا کیا جواب ہوگا؟

بدبخت مصنف نے نالائقی کی انتہاء کرتے ہوئے یہ بھی لکھ مارا کہ مدینہ منورہ کا سفر' قبر(شریف) کی زیارت کے قصد سے کرنا ناپسندیدہ اعمال میں سے ہے۔(نعوذ باللہ) یہ جملہ تو اس نے کتاب میں بار بار لکھ کر اپنے اعمال سیاہ کئے ہیں۔

اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ زائر کو یہ کہنا کہ وہاں جا کر نبی ﷺ کو میرا اسلام کہہ دینا یہ سراسر بدعت ہے۔

اس نے محبوبانِ خدا کے وسیلہ سے دعا مانگنے پر بڑی بحث کرتے ہوئے لکھا کہ نبی ﷺ کی ذات کے وسیلہ سے دعا مانگنی جائز نہیں' نہ مدینہ اور نہ ہی عام اماکن سے۔نہ ہی دیگر انبیاء و اولیاء کی ذات وغیرہ کے وسیلہ سے۔یہ شرک کی جڑ اور بسا اوقات شرکِ اکبر ہے۔(ص:73)

استغفر اللہ کتنی بے حیائی سے مصنف نے کام لیا ہے۔بات بات پر شرک کی رٹ سے لگتا ہے کہ نجدی شریعت میں شرک کے سوا اور کوئی سرمایہ ہی نہیں ہے۔شریعتِ مطہرہ میں محبوبانِ خدا کے وسیلہ سے دعا مانگنا قبولیت کی علامت قرار دیا گیا ہے۔قرآن پاک میں اہل ایمان کو ﴿وابتغوا الیہ وسیلہ﴾ میں وسیلہ

تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو﴿ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم﴾(جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہو) کے مصداق ہوں۔ سچ ہے کہ

دیدہ کور کو کیا آئے نظر وہ کیا دیکھے

یہاں تو مصنف کا یہ حال ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں اپنی حاجات و مشکلات پیش کرنے والی صحیح احادیث کو ضعیف قرار دے کر اپنے بغض باطنی کا پورا پورا اظہار کر رہا ہے۔ اسے کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری۔

پوری کتاب میں مصنف نے کیا کیا جاہلانہ باتیں لکھیں۔ شرک' بدعت اور حرام تو اس کا ورد' وظیفہ نظر آتا ہے۔ فقیر کا ارادہ ہے کہ کتاب کے لفظ بہ لفظ کا رد قرآن و حدیث سے پیش کر کے نجدی شریعت کی حقیقت کو آشکار کروں تا کہ درد ِدل رکھنے والے اہلِ ایمان کو معلوم ہو کہ اسلام دشمن قوتیں کیا کیا رنگ و رُوپ دھار کر اہلِ ایمان کے قلوب سے مغزِ قرآن' روحِ ایمان' جانِ دین' یعنی عشقِ سید المرسلین ﷺ کو نکالنے کے لیے مختلف قسم کے حربے استعمال کر رہے ہیں۔ اس ناپاک منصوبہ پر نا جانے کتنے ڈالر اور ریالِ بے حال خرچ ہو رہے ہیں مگر یہ حقیقت روزِ اول سے روشن ہے کہ

اُن پہ مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

مصنف نے اس کتاب میں مزارات پر قبہ و گنبد بنانے پر ایک مسقل باب لکھا جس میں محبوبانِ خدا بالخصوص سرورِ انبیاء' شافعِ روزِ جزاء' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے گنبدِ خضراء شریف کے متعلق جو زبان استعمال کی۔ (الامان والحفیظ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دشمن قوتوں نے اپنا سارا غلیظ مواد اس انسان نما بھیڑیے میں جمع کر کے اسلام کے لبادہ میں نجد روانہ کیا۔

کتاب کے ص:133 تا146 پر مزارات اولیاء بالخصوص گنبدِ خضراء شریف کو غیر شرعی فعل اور غلط عمل قرار دیا۔ لکھتا ہے کہ قبروں پر عمارتیں' قبے اور گنبد بنانا حرام ہے۔ العیاذ باللہ ص:146 پر تو کمینے نے بغض و حسد کی آگ میں جل کر زبان درازی کی حد کر دی کہ نعوذ باللہ من ذالک۔ دل تھام کر عبارت پڑھیں کہ ''اللہ

تعالیٰ مملکت سعودی عرب کو توفیق دے کہ اسے (گنبدِ خضراء کو) سنت کے مطابق کر دیں یعنی گنبدِ خضرا کو گرا دیں''۔اس سے آپ اندازہ کریں کہ نجدی شریعت کے پیروکاروں کے سینے بغض اور کینے سے کتنے لبریز ہیں۔

یاد رہے کہ گذشتہ دنوں امریکی صدارت کے امیدوار نے اپنے انتخابی جلسہ میں یہ بکواس کی تھی کہ برسرِ اقتدار آ کر مسلمانوں کے مقدس مقامات مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ کرے گا۔اُس کے اس بیان سے عالمِ اسلام میں زبردست احتجاج ہوا' میڈیا میں بھی شدید ردِعمل ظاہر ہوا اور اخبارات میں بھی اس کی مذمت میں اداریے لکھے گئے۔مگر اِدھر نجد میں امریکی ناپاک منصوبے کی تکمیل کے لیے نجدی ملاؤں نے پیپر ورک شروع کر دیا۔اہل اسلام ہوشیار ہوں اور اپنے دشمن کو پہچانیں۔

جبکہ قبل ازیں ڈنمارک اور یورپین ممالک میں گستاخانہ خاکے شائع ہوئے تو اہل ایمان کے جذبات آسمان کو چھونے لگے تھے جو یقیناً ایمان کی علامات میں سے تھا۔

برطانیہ نے شیطان رشدی کو ''سر'' کا خطاب دیا تو چاردَانگ عالم سے اہل اسلام کی صدائے احتجاج بلند ہوئی چونکہ وہ ظاہری دشمن ہیں۔اِدھر لباسِ خضر میں رہزن بن کر نجدی' وہابی حملہ آور ہو رہے ہیں۔مگر وہ گندی ذہنیت رکھنے والے کان کھول کر سن لیں کہ

اپنا سب کچھ گنبدِ خضراء کل بھی تھا اور آج بھی ہے

دریں حالات دنیا بھر کی اسلامی حکومتوں پر فرض عائد ہوتا ہے کہ سعودی حکومت سے پُرزور مطالبہ کریں کہ گنبدِ خضراء شریف کو گرانے کا نظریہ رکھنے والے ملعون شخص کو سرِ عام سُولی پر لٹکائے تا کہ آئندہ کسی بدطینت کمینے کو گنبدِ خضرا کے متعلق ایسی بکواس کرنے کی جرأت نہ ہو۔عوام الناس' اہل اسلام' غیرتِ ایمان کا مظاہرہ کر کے اپنی حکومتوں سے مطالبہ کریں کہ وہ سعودی حکمرانوں کو عالمِ اسلام کے جذبات سے آگاہ کریں۔





لندن میں ڈاکٹر عمران فاروق قتل کیس کے حوالے سے پیش رفت جاری ہے جبکہ دوسری جانب متحدہ کے قائد الطاف حسین کو بچانے کے لیے قادیانیوں کا سربراہ مرزا مسرور احمد بھی میدان میں آ گیا ہے۔

لندن میں موجود معتبر ذرائع نے بتایا ہے کہ مرزا مسرور نے معاملے کو دبانے کے لیے برطانیہ اور امریکہ کی بااثر شخصیات سے قائم تعلقات استعمال کرنے کے علاوہ یورپی پارلیمنٹ میں موجود اپنے ہمنواؤں سے بھی رابطہ کیا ہے لیکن تاحال اسے ناکامی کا سامنا ہے۔

ذرائع کے مطابق مرزا مسرور کو الطاف حسین کا خصوصی پیغام لندن انٹرنیشنل سیکریٹریٹ کے ایک ذمہ دار نے پہنچایا۔ جس پر مرزا مسرور نے یقین دلایا کہ لندن قیادت کو اس مشکل سے نکالنے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائے جائیں گے۔

ذرائع نے یہ بھی بتایا کہ اس سلسلے میں مرزا مسرور نے ربوہ میں نواب منصور احمد خان قادیانی سے بھی رابطہ کیا ہے ۔نواب منصور خان دنیا بھر میں موجود سفارتخانوں اور پاکستان میں مختلف ممالک کے سفارتخانوں اور ہائی کمیشنز سے رابطوں کا انچارج ہے۔ مرزا مسرور نے نواب منصور احمد خان کو پیغام بھیجا ہے کہ وہ اس معاملے میں تمام تر سفارتی تعلقات استعمال کرے اور قادیانیوں کے ہمدرد ممالک کو یہ باور کرائے کہ متحدہ کی اعلیٰ قیادت کے خلاف کاروائی سے ان ''امن مقاصد'' کو دھچکا پہنچ سکتا ہے جس کے لیے متحدہ جیسی سیکولر پارٹیاں کام کر رہی ہیں۔

قادیانیوں کا امریکہ' اسرائیل' بھارت' برطانیہ' کینیڈا' بیلجیم ' ناروے اور دیگر ممالک کے اہم سرکاری حلقوں میں نہایت اثر و رسوخ ہے اور یہ کہ قادیانیوں کے سربراہ مرزا مسرور اور اِن ممالک کی اہم شخصیات



کے درمیان سال بھر ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔ جون کے وسط میں بھی امریکی دورے پر مرزا مسرور شکاگو پہنچا تھا جہاں اس نے اہم سیاسی شخصیات سے طویل ملاقاتیں کی تھیں۔ جبکہ 27 جون کو اے برن ہاؤس آفس کیپٹل ہل میں خطاب بھی کیا۔ مرزا مسرور نے امریکہ کا تازہ دورہ تقریباً ایک ماہ پہلے کیا ہے۔

اسی طرح یورپی پارلیمنٹ کے ارکان کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ مرزا مسرور کے گہرے روابط ہیں۔ رواں ماہ کے اوائل میں یورپی پارلیمنٹ کے ارکان ڈاکٹر چارلس ٹنوک‘ ٹیو نے کیلام‘ کلاوڈے مورلیس‘ مرینا کوڈس‘ جین لمبرٹ‘ فل بینن‘ اور لیبر پارٹی ناروے کی رکن انگرڈ نورسٹین کے ساتھ مرزا مسرور نے تفصیلی ملاقاتیں کیں ہیں۔

ذرائع نے بتایا کہ ان ملاقاتوں میں مرزا مسرور نے واویلا کیا کہ پاکستان میں قادیانیوں کو بڑے مشکل حالات کا سامنا ہے اور انہیں چن چن کر مارا جارہا ہے۔ اس موقع پر ڈاکٹر چارلس ٹنوک نے مرزا مسرور کو اپنی بھرپور حمایت کا یقین دلاتے ہوئے کہا کہ انہوں نے پاکستانی وزیر خارجہ سے ملاقات کے موقع پر براہِ راست اس معاملے کو اٹھایا تھا۔

تاہم متحدہ کی لندن قیادت کو بچانے کے لیے مرزا مسرور کی جاری کوششوں کا کوئی نتیجہ ابھی تک سامنے نہیں آسکا ہے۔ سکاٹ لینڈ یارڈ کی تحقیقات جاری ہیں اور لندن سیکریٹریٹ میں تا حال تمام تنظیمی کام ٹھپ پڑا ہے۔ ذرائع نے بتایا کہ اس وقت الطاف حسین سے منسوب تمام بیانات لندن سیکریٹریٹ کے انچارج مصطفیٰ عزیز آبادی جاری کر رہے ہیں تا کہ عوام اور کارکنوں کو یہ احساس دلایا جاتا رہے کہ قائد ایم کیو ایم بالکل ٹھیک ہیں اور ان کی سرگرمیاں معمول کے مطابق ہیں۔

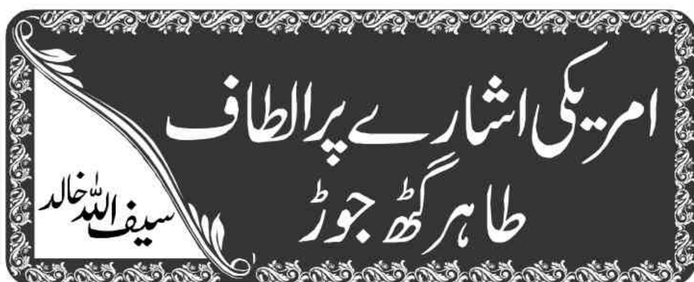
لندن میں موجود باوثوق ذرائع کا کہنا تھا کہ متحدہ کے ساتھ قادیانی جماعت کے گہرے روابط باہمی مفادات پر قائم ہیں۔ جس کے تحت مرزا مسرور کو یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ کراچی میں موجود قادیانیوں اور ان کی سرگرمیوں کو مکمل تحفظ فراہم کیا جائے گا جبکہ کراچی میں قادیانیوں کی ایک بڑی تعداد باقاعدہ متحدہ کی حلف یافتہ کارکن ہے۔

اس کے عوض کراچی میں مطلوب متحدہ کے دہشت گردوں اور کارکنوں کو پنجاب میں پناہ دینے کا ذمہ قادیانیوں نے اٹھا رکھا ہے بالخصوص ربوہ (چناب نگر) ان کارکنوں کی محفوظ پناہ گاہ ہے۔

اسی طرح دنیا کے بیشتر ممالک میں جہاں متحدہ کے کارکنوں اور دہشت گردوں کو سیاسی پناہ لینے میں دشواری پیش آتی ہے وہاں مرزا مسرور اپنا اثر ورسوخ اور تعلقات استعمال کر کے یہ مسئلہ حل کرا دیتا ہے۔اس کے علاوہ اس وقت کے کئی ممالک میں متحدہ کے بیشتر کارکنوں نے خود کو قادیانی ظاہر کر کے بھی سیاسی پناہ لے رکھی ہے۔اس حوالے سے ذرائع نے بالخصوص صفدر باقری کیس کا ذکر کیا اور بتایا کہ کینیڈا میں متحدہ کو دہشت گرد قرار دیئے جانے کے بعد وہاں ایم کیو ایم کے کارکنوں کے لیے سیاسی پناہ کی درخواست مسترد کر دی گئی تھی تاہم مرزا مسرور کام آیا اور اُس کی کوششوں سے صفدر باقری کو پناہ ملی تھی۔

ذرائع نے بتایا کہ لندن میں قادیانیوں کے مرکزی ہیڈ کوارٹر اور بھارتی پنجاب کے شہر امرتسر کے نزدیک واقع قادیان میں قائم ذیلی ہیڈ کوارٹر کے ساتھ متحدہ قومی موومنٹ کے روابط قائم کرانے میں محمد انور نے بھی مرکزی کردار ادا کیا تھا اور یہ 1992ء کے آپریشن سے پہلے کی بات ہے۔جب 1990ء میں الطاف حسین پہلی بار لندن آئے تھے بعد ازاں 1991ء میں محمد انور نے بھی پاکستان کا دورہ کیا تھا۔لیکن یہ بات بہت کم لوگوں کے علم میں ہے۔

پاکستان میں قادیانیوں کے تنظیمی نیٹ ورک کے بارے میں ذرائع نے بتایا کہ یونٹ اور سیکٹر کی بجائے انہوں نے حلقے بنا رکھے ہیں۔ ہر حلقے کا ایک مقامی صدر ہوتا ہے جبکہ متحدہ کی طرح قادیانیوں نے بھی اپنا پرائیویٹ ''انٹیلی جنس نیٹ ورک'' قائم کر رکھا ہے جسے ''امور عامہ'' کہتے ہیں۔''امور عامہ'' کے نام پر قائم قادیانیوں کا یہ انٹیلی جنس یونٹ چناب نگر (سابقہ ربوہ) میں مرزا منصور احمد خان کو رپورٹ کرتا ہے۔ذرائع کا یہ بھی کہنا تھا کہ متحدہ کے برعکس قادیانی نیٹ ورک' مخالفین کو خود ٹھکانے نہیں لگاتا بلکہ اس کے لیے کرائے کے قاتلوں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔



الطاف حسین اور طاہر القادری نے امریکی اشارے پر ہاتھ ملایا۔لندن میں متحدہ سربراہ اور طاہر القادری کے درمیان اس امر پر بھی اتفاق ہوا ہے کہ الیکشن کوملتوی کرایا جائے ۔ طاہر القادری کا ایجنڈا ’’سیاست نہیں ریاست بچاؤ‘‘ بنیادی طور پر انتخابات کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی ایک کوشش کے طور پر دیکھا جارہاہے۔

طاہر القادری جو کہ اب کینیڈین شہریت حاصل کر چکے ہیں‘ کی پاکستان آمد کا یہ انداز دراصل کسی انقلاب کا پیش خیمہ نہیں بلکہ انتخابات کی راہ میں روڑے اٹکانے کی ایک کوشش ہے‘ جسے بعض سیاسی حلقوں کے نزدیک کچھ مقامی اور بعض بیرونی کرم فرماؤں کی حمایت بھی حاصل ہے جو نہیں چاہتے کہ پاکستان میں الیکشن وقت پر ہوں‘ کیونکہ انہیں ان انتخابات میں ایک طرف اپنے مہرے پٹتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں اور دوسری جانب 2013ء میں پاکستان کے اندر کوئی مستحکم سیاسی نظام ان کے مفادات کے لیے خطرے کی گھنٹی سمجھا جارہاہے۔

وہ قوتیں جو ون ونڈو آپریشن میں اپنے لئے زیادہ سہولت محسوس کرتی ہیں‘ ان کی جانب سے گزشتہ ایک برس سے ایسی کوششیں سامنے آرہی ہیں کہ کسی طرح کوئی بہانہ بنا کر پاکستان میں الیکشن کو مؤخر کروادیا جائے۔

ذرائع کا دعویٰ ہے کہ ماضی میں موجودہ حکومتی سیٹ اپ کو یہ لائن دینے کی کوشش کی جاتی رہی ہے کہ حکومت اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے پارلیمنٹ کی مدت میں اضافہ کرلے۔بتایا جاتا ہے کہ اس مقصد

کی خاطر ایوانِ صدر رَضامند ہو چکا تھا‘ مگر نواز لیگ کی مزاحمت نے بیل منڈھے نہیں چڑھنے دی۔

ذرائع کا دعویٰ ہے کہ خیبر پختون خواہ اور کراچی میں بدامنی کے پیچھے عالمی قوتوں کی یہ سازش ہی کارفرما تھی کہ پاکستانی انتخابات کا انعقاد ناممکن قرار دے دیا جائے۔ مگر عدلیہ‘ الیکشن کمیشن اور عسکری حلقوں کی جانب سے سیاسی نظام کی حمایت نے یہ سازش بھی کامیاب نہ ہونے دی۔

ذرائع کا دعویٰ ہے کہ پاکستان میں بعض سیاسی جماعتوں اور اینکر پرسنز کو بھی خصوصی طور پر یہ ٹاسک دیا گیا ہے کہ کرپشن کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کریں تاکہ سیاسی جماعتوں کے ذریعے پہلے احتساب کا نعرہ لگوایا جاسکے مگر یہ کوشش بھی ناکام رہی کیونکہ میڈیا کے بعض عناصر کی جانب سے شوروغوغا کے باوجود سیاسی قوتوں میں سے کسی نے بھی الیکشن سے پہلے احتساب کے ناممکن نعرے کو اختیار کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

ذرائع کا دعویٰ ہے کہ گزشتہ برس دسمبر سے لے کر اب تک متحدہ نے ایک سے زائد بار حکومت کو اس امر کی یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ اگر پارلیمنٹ کی مدت میں اضافہ کرنے کی کوشش کرے تو متحدہ اس کا ساتھ دے گی‘ مگر حکومت خواہش کے باوجود یہ گولی نگلنے پر آمادہ نہیں ہو سکی۔

دوسری جانب بتایا یہ جاتا ہے کہ متحدہ اس وقت جن حالات سے گزر رہی ہے‘ اسے خطرہ ہے کہ اگر حلقہ بندیاں بھی بدل گئیں اور اس کے پَر اسی طرح کاٹنے کا سلسلہ جاری رہا تو وہ شاید الیکشن میں شہر کو پوری طرح قبضے میں نہ رکھ سکے۔ لہٰذا اُس کی خواہش ہے کہ الیکشن کم از کم اس وقت تک ملتوی کر دیے جائیں جب تک وہ حالات کی حالیہ کشمکش سے نکل نہیں آتی۔ لیکن انہیں ملک کے اندر اپنی اس خواہش کے حوالے سے کوئی بھی حمایتی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

ایسے میں طاہر القادری کی جانب سے سیاست نہیں ریاست بچاؤ اور نظام ڈھا دینے کے نعرے نے انہیں متوجہ کیا اور بالآخر مشاورت کے بعد انہوں نے اس جلسے کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے اور توقع کی جا رہی ہے کہ متحدہ طاہر القادری کو دعوت دے گی کہ وہ کراچی میں ان سے مل کر ایک جلسہ کریں۔

طاہر القادری کے ایک قریبی ذریعہ کا دعویٰ ہے کہ طاہر القادری کا اصل ایجنڈا الیکشن کا التوا ہے اور اِس

حوالے سے متحدہ سے ان کی جو بات چیت ہوئی ہے‘ اس میں بھی یہی پوائنٹ مشترک ہے۔ دوسرا یہ کہ متحدہ چاہتی ہے کہ طاہر القادری کی جماعت انہیں پنجاب میں سپورٹ کرے۔ اپنے جلسوں میں بلائے‘ ان کے جلسوں میں جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے دفاتر بھی قائم کروائے۔ علاوہ ازیں دونوں جماعتوں کو امریکی اداروں کی جانب سے اسی طرح کے اشارے ملے ہیں اور یہ ان کی تعمیل کر رہے ہیں۔

طاہر القادری کے شعبہ نشر و اشاعت کے ایک ذمہ دار نے بتایا ہے کہ اس وقت جو تشہیری مہم چل رہی ہے‘ اس میں کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں لیکن نشر و اشاعت والوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ساری رقم غیر ملکی اکاؤنٹس سے خرچ ہو رہی ہے اور یہ غیر ملکی اکاؤنٹس کس کے ہیں‘ کوئی نہیں جانتا۔

سیاسی مبصرین کا دعویٰ ہے کہ طاہر القادری 2002ء کے الیکشن میں اپنی نشست جیت کر اسمبلی میں پہنچے تھے مگر پھر پرویز مشرف کی جانب سے وزیر اعظم بنانے کا وعدہ پورا نہ ہونے پر نہ صرف انہوں نے اسمبلی سے استعفیٰ دے دیا بلکہ ملک سے بھی باہر چلے گئے اور اب چار برس بعد انہیں اچانک وطن کی یاد نے بے چین کر دیا ہے۔ ملک کی بڑی سیاسی جماعتیں بھی طاہر القادری کے شو کو الیکشن کے خلاف ایک سازش خیال کرتی ہیں۔



مشاہداتِ حج

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے حج ۱۴۳۳ھ مکمل ہو گیا۔ ایک بار پھر فضاؤں میں ﴿ لَبَّیۡکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ ﴾ کی صدائیں گونجیں اور بخشش ومغفرت کے میلے لگے۔ ۹ ذوالحج یومِ عرفہ کو نمازِ فجر کے بعد کعبۃ اللہ نے ۷۰۰ کلو گرام خام ریشم اور ۱۲۰ کلو گرام سونے چاندی سے تیار شدہ ۲۰ ملین ریال کی نئی پوشاک ایک سال کے لئے زیب تن کی۔

دنیا کے کونے کونے سے لاکھوں فرزندانِ توحید ورسالت نے اپنا گھر بار، اپنا آرام چھوڑا اور اپنا مال خرچ کر کے حرمین شریفین کا سفر کیا۔ فلسطین اور لبنان میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جاتی رہی، شام کی سرکاری فوجیں نہتے عوام پر فضائی حملے کرتی رہیں۔ سعودی حکمرانوں اور مفتیان کا گستاخانہ فلم کے بارے میں خاموشی کا روزہ بدستور جاری رہا۔ گلی کوچوں میں حاجی حاجی اور طریق طریق کا شور اُٹھتا رہا اور مختلف ممالک کے حج مشن متحرک رہے۔ مطوف (معلم) اور منظّم (ٹور آپریٹر) اپنی مصروفیات سے فارغ ہوئے۔ سعودی حکومت کو مجموعی طور پر ۲۰۱۲ء میں حج وعمرہ سے ۶۲ ارب ریال کی آمدنی ہوئی۔

اسلامی کیلنڈر میں حج کے مہینوں کا ایک منفرد مقام واہتمام ہے۔ حج رکنِ خامس ہے۔ قرآن وسنت میں اس کے خصوصی احکام وانعام لینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ حج اجتماعی عبادت ہے، جو معین اوقات میں مخصوص مقامات پر ہی ہو سکتی ہے۔

حج محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کے چمن کا ابرِ کرم اور عہدِ بہار ہے۔ حج اطمینانِ قلب اور تسکینِ روح

کے لئے گراں قدر تحفہ ہے۔حج توبہ کا موقع ،مغفرت کا قرینہ،بخشش کی رُت ،عبادت کا سیزن اور نجات کا موسم ہے۔اس موسم کا تعلق آب وہوا سے نہیں بلکہ مزدلفہ ومنیٰ سے ہے۔یہ موسم بہار اور خزاں کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایمان اور اعتقاد کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔یہ موسم سردی اور گرمی سے عبارت نہیں بلکہ احرام اور رمی سے عبارت ہے۔یہ لبیک کی صداؤں' رحمت کی گھٹاؤں اور مقبول دعاؤں کا موسم ہے۔اللہ تعالیٰ سے ملاقات' جنت کی سوغات، اشکوں کی برسات اور عرفات کا موسم ہے۔بیت اللہ اور درِ رسول ﷺ سے ہجر وفراق ہر مسلمان کو تڑپاتا ہے۔دنیا کا حسین اور رنگین منظر دیکھ لینے کے باوجود انہیں دیکھے بغیر روح تشنگی محسوس کرتی ہے چنانچہ یہاں حاضری کی آرزو بندے کے ساتھ ہو جاتی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ آرزو جوان ہوتی چلی جاتی ہے پھر زندگی گھٹتی جاتی ہے مگر یہ آرزو بڑھتی جاتی ہے۔

حرمین شریفین کی سرزمین ایسی سرزمین ہے جہاں عشاق سر کے بل چلنے کے لئے تڑپتے رہتے ہیں۔ کیوں نہ ہو ہر مسلمان یہ چاہتا کہ ہے میرے دل کی کھیتی آج بھی جس چشمۂ صافی سے سیراب ہو رہی ہے میں ایک بار جا کے اس کی زیارت تو کروں۔جس آفتاب کی روشنی آج بھی میرے دل کے آنگن میں ہے' جس افق سے وہ طلوع ہوا' اس افق کا دیدار تو کروں۔جن فضاؤں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مقدس و معطر سانسیں ذخیرہ کر رکھی ہیں' میں بھی وہاں سانس لوں۔جن پہاڑوں پر رُخِ زیبا کے جلوے مرتسم ہیں میں ان سے ملاقات تو کروں۔جن سنگریزوں نے رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کے قدموں کو چوما' میں ان سے کچھ دیر سرگوشی تو کروں۔جن گذرگاہوں سے میرے محبوب ﷺ کبھی گذرے تھے' میں وہاں جا کر آپ کی خوشبو تو سونگھوں۔

بندہ سالہا سال سے موسمِ حج کا مشاہدہ کر رہا ہے۔مجھے حرمین شریفین کی محبت کے متوالوں کے جذباتِ عقیدت اور احساساتِ ارادت کا کوئی کنارہ نظر نہیں آیا۔یہاں بچے و بوڑھے، مرد وعورت، گورے و کالے عربی وعجمی، امیر وغریب اپنا اپنا انداز رکھتے ہیں۔در کعبہ اور مواجہہ شریف کے سامنے سیدھا سادھا اور ان پڑھ آدمی جس انداز سے اپنی عرض پیش کرتے ہیں' میں سن کر اور دیکھ کر حیران ہوتا ہوں۔کہاں کہاں سے

کرنیں اٹھتی ہیں اور آفتاب سے آکر چمٹ جاتی ہیں۔

اس حج کے موقع پر سعودی اخبار عکاظ میں یہ خبر چھپی کہ تاجکستان کے دو حاجی جن کی عمریں ساٹھ سال سے زائد ہیں پیدل چلتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے 5000 کلومیٹر کا سفر چھ ماہ سے زائد وقت میں طے کیا۔ وہ افغانستان سے ہوتے ہوئے ایران پہنچے' وہاں سے متحدہ عرب امارات اور پھر وہاں سے مدینہ شریف پہنچے۔ انہوں نے دس افراد کے قافلے میں یہ سفر شروع کیا تھا مگر آٹھ راستے میں ہمت ہار گئے اور دو خوش نصیب پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ ایک سروے رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۲ء میں ا کروڑ ۲۰ لاکھ افراد حج وعمرہ کے لئے حجاز مقدس پہنچے۔

حج امتِ مسلمہ کی اجتماعیت کا آئینہ دار ہے۔ فرزندانِ توحید و رسالت کا یہ سالانہ انٹرنیشنل اجتماع مسلمانوں میں جذبۂ اخوت پیدا کرتا ہے۔ کائنات کے کونے کونے میں بسنے والی انسانی آبادیوں میں کھلنے والے اسلام کے پھول، اپنے جدا جدا جغرافیہ و ماحول، رنگ و نسل، طبائع و مزاج اور خدوخال و چال ڈھال کے ہمراہ ایک اللہ اور ایک رسول ﷺ کا کلمہ الاپتے ہوئے جب کعبہ کے گرد گلدستہ بناتے ہیں تو ماحول میں عجیب رنگ بھر جاتا ہے۔ طاغوت کے شکنجے میں جکڑے ہوئے اور سازشوں کے جال میں گھرے ہوئے مسلمانوں کی مایوسی دُور ہوتی ہے

حج کا اجتماع خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوت کے فیض، قرآن مجید کے اعجاز اور اِسلام کے جامع دین ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ عرفات کے میدان میں کرۂ ارض پر بسنے والے انسانوں کا جس انداز کا نمائندہ اجتماع ہوتا ہے دنیا کا کوئی مذہب اور کوئی طاقت اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

اس سال بھی عرفات کی وادی میں ۱۸۰ ملکوں سے تعلق رکھنے والے تقریباً تین ملین انسان ۸۰ زبانوں میں اسلام کی صداقت کے نعرے لگا رہے تھے۔ ایسی انسانی بستی آباد کرنا کسی کے بس میں نہیں۔ ان انسانوں کے خوفِ خدا اور شوقِ بخشش میں دھڑکتے دلوں، چیختے لہجوں اور ٹپکتے آنسوؤں کی مثال کون پیش کر سکتا ہے۔ میں نے عرفات میں پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے لوگوں کو دیکھا، لگ رہا تھا کہ اشکوں کا سیل

رواں معصیت کے داغ مٹا دے گا۔لوگوں میں رنگ ونسل ،عمر و جنس ،سٹیٹس اور مرتبہ کا تو تفاوت تھا مگر مانگ سب کی ایک تھی۔

حج ایک عبادت بھی ہے اور ایک روحانی انقلاب اور حضوری کا تربیتی کورس بھی ہے۔حج اول سے آخر تک تبدیلی کا نام ہے ۔مسکن ومحلّہ کی تبدیلی ،ملک کی تبدیلی اور لباس و عادات کی تبدیلی ،معمولات اور حرکات وسکنات کی تبدیلی'ایک میدان سے دوسرے میدان کی طرف تبدیلی ۔اپنے مالوف گھر،شہراور وطن کو چھوڑا اور پھر سلے ہوئے کپڑے پہننے کا عادی تھا وہ چھوڑ کر احرام باندھ لیا۔سرڈھانپنے کا طریقہ اپنایا ہوا تھا وہ چھوڑ دیا۔اسے ایسا ماحول فراہم کر دیا گیا ہے جدھر بھی سوچے تو نتیجہ یادِ خدا کی صورت میں نکلے۔جب اسے اچانک خیال آئے کہاں ہے میرا گھر ،میں منیٰ کے خیموں میں کیوں ہوں؟ کہاں ہے میرا بیڈروم؟ میں مزدلفہ میں کھلے آسمان کے نیچے سڑک پر کیوں لیٹ گیا ہوں؟ ،کہاں ہے میرا عمامہ؟ میں ننگے سر کیوں ہوں؟ بدن میلا کچیلا کیوں ہے؟ ،میری خوشبو کہاں ہے؟ میں بڑھے بال کیوں نہیں کاٹ سکتا؟ ،عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے مغرب کا وقت گذر رہا ہے میں نماز کیوں نہیں پڑھ سکتا؟ سوچ پھر جا کے رکتی ہے کہ ﴿ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ﴾

حج میں قدم قدم پر جن امور کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان میں صبر ،سفر ،انتظار اور قطار ہے۔آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی جبکہ حج کے VIP پیکج متعارف ہو چکے ہیں۔سڑکوں کا جال ،ٹرانسپورٹ کی بہتات ،مشاعر ٹرین اور پھر ہوٹلنگ کی سہولیات کے باوجود بھی حج مشقت اور صبر کا نام ہے۔اب اگرچہ اونٹنیوں کی جگہ لگژری گاڑیوں نے لے لی ہے۔صرف ٹریفک کی کئی گھنٹوں تک بلاکیج ہی سے عصرِ حاضر کا برق رفتار انسان چیونٹی کی رفتار سے بھی سست ہو جاتا ہے۔اسی لئے حدیث شریف میں حج کو جہاد کہا گیا۔

چنانچہ اردو میں حج اور جہاد کی تعبیر ایک ہے' جس کے ایک فعل میں کئی افعال آجاتے ہیں۔نماز پڑھی جاتی ہے ،روزہ رکھا جاتا ہے ،زکوٰۃ دی جاتی ہے مگر جہاد کی طرح حج کیا جاتا ہے۔زمان ومکان کے ساتھ حج کی خصوصیت انسان کو یوں خاص کر دیتی ہے کہ ساری زندگی پنجگانہ نماز تو کیا تہجد پڑھنے والے کے نام کے

ساتھ نمازی، ہر سال زکوٰۃ دینے والے کے نام کے ساتھ مزکی اور کثیر الصیام انسان کے نام کے ساتھ صائم کا سابقہ نہیں لگتا لیکن ایک بار حج کرنے والا ابھی اپنے ملک سے احرام باندھتا ہے لوگ اس کو ''حاجی'' کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

نماز میں تکبیر تحریمہ سے جیسے انسان اپنے ماحول سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ احرام بھی حج کی ایک قسم کی تکبیر تحریمہ ہے جس میں انسان کی توجہ ہر طرف سے ہٹا کر اللہ کے ساتھ لو لگانے کا سامان کیا گیا ہے۔ حالتِ روزہ میں نہ کھانا، نہ پینا بندے کو حقیقت میں اللہ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ہے۔ نفس جب خواہشات سے مجرد ہوتا ہے تو اس میں نور پیدا ہوتا ہے۔ حج میں گھر، وطن سے دُوری، احباب واقارب سے دُوری اور اَحرام کی پابندیاں بھی بندے میں یکسوئی پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ مگر آج موبائل کے کثرت سے استعمال نے حج کی روحانی اقدار میں کافی بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔

حج کے دوران کیمرے کا استعمال چند سالوں سے بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ اس سال تو اس کے استعمال میں خطرناک حد تک اضافہ ہو گیا ہے' یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہونے لگا ہے کہیں انسان قبلے کو بھول کر کیمرے میں ہی مگن نہ ہو جائے۔ میں نے ستر، اسی سالہ بوڑھی عورتوں کو بھی موبائل کیمرے سے ایک دوسرے کی تصویریں بناتے دیکھا۔ حالت طواف' جس میں مڑ کر کعبہ کو دیکھنا بھی جائز نہیں' بعض لوگوں کو حالت طواف میں پیچھے منہ کرتے اپنی تصویر بناتے یا بنواتے دیکھا۔ مواجہہ شریف جہاں درِ رسول ﷺ کی حاضری کے موقع پر انسان نگاہِ حبیب ﷺ کے زیر سایہ گرد و پیش بلکہ اپنے آپ سے بے خبر ہو جاتا ہے وہاں کثرت سے میں نے ایسے لوگ دیکھے جو موبائل اور ٹیبلٹ سے تصویریں بنانے یا بنوانے میں مصروف ہیں۔

بلکہ پسِ منظر میں روضۂ رسول کو لانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف پشت کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں حالانکہ عباسی حکمران ابو جعفر منصور نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ روضہ رسول ﷺ پر حاضری کے وقت میں قبلہ کی طرف پشت کر کے اور درِ رسول ﷺ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسول

اکرم ﷺ کی طرف پشت کر کے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا کہ تم اس ذات سے اپنا چہرہ کیوں پھیرتے ہو جو تمہارا ہی وسیلہ نہیں بلکہ تمھارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی وسیلہ ہیں چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی طرف منہ کر کے دعا مانگو۔

حج میں ہر سال بڑے عجیب و غریب، حیرت انگیز، عبرت ناک اور رِقت آمیز مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ کچھ لوگوں کی داستاں بڑی دلدوز اور قابلِ رحم ہوتی ہے اور کچھ لوگوں کا انداز بڑا باعثِ رشک ہوتا ہے۔ میں اُس انسان کو بڑا عظیم سمجھتا ہوں جو اپنی بوڑھی والدہ کی وِیل چیئر کو چلا رہا ہو یا اپنے لاغر باپ کو کندھوں پر اُٹھائے ہوئے ہو اور اسے کعبہ کے گرد چکر لگوا رہا ہو یا منٰی، عرفات کی راہوں میں موجود ہو۔

حج میں جہاں بدن کے تھکنے سے گناہ جھڑتے ہیں وہاں عہد رفتہ میں بار بار جھانکنے سے لطف بڑھتا ہے۔ حج مخصوص کیفیات کا نام ہے۔ جب تک وہ کیفیات حاجی اپنے اوپر طاری نہ کرے حقیقی مقاصد سے عاری رہتا ہے۔ حج حسین یادوں کا ایک سلیبس ہی نہیں بلکہ صدیوں کی روحانی انجمنوں کی ایک کائنات بھی ہے۔ کتنے ہی انبیاء کرام علیہم السلام' مقربین اور صالحین کی جماعتوں نے یہاں پڑاؤ ڈالا۔ ہمارے آقا ﷺ نے تو صرف چشمِ تصور ہی سے نہیں بلکہ حقیقی آنکھ سے دیکھ کر فرمایا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گذر رہے ہیں اور اِدھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سواری ہے۔

حاجی کعبہ دیکھے تو جلال و جمالِ خداوندی کا تصور، مقامِ ابراہیم دیکھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے کعبہ کو تعمیر کرنے کا تصور، حجرِ اَسود کو دیکھے تو رسول اللہ ﷺ کے اسے نصب کرنے والے ہاتھوں کا تصور، طواف کرے تو رسول اللہ ﷺ اور جماعتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا کندھے ہلا کر کفارِ مکہ کے دل دھلانے کا تصور' صفا و مروہ کو دیکھتے ہی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ان مضطرب لمحات کا تصور، زمزم کا گھونٹ بھرتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ننھی ننھی ایڑیوں کا تصور، منٰی میں رسول اللہ کی چھری کی طرف لپکتے اونٹوں کا تصور۔ کیا پُر نور زمانہ تھا جب منٰی میں جمرہ عقبہ سے ۵۰۰ میٹر کے فاصلے پر مسجد بیعت

کے مقام پر مدینہ شریف سے آئے ہوئے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کیا حقیقت افروز لمحات تھے جب حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں جبلِ رحمت کی نچلی جانب مسجد صخرات کی جگہ قصواء اونٹنی پر کائنات کے رسول اعظم ﷺ قیامت تک کے انسانی ضابطوں کا متن ارشاد فرما رہے تھے۔

حج کے موقع پر بیت اللہ کی زیارت اور مشاعرِ مقدسہ کی حاضری میں جہاں سُرور و تسکین ہے وہاں مدینہ شریف کی حاضری بھی اس سفر کا خلاصہ ہے۔ مدینہ منورہ دارالایمان ہی نہیں بلکہ ایمان بھی ہے۔

سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اس مقام پر جلوہ گری کہ وجہ سے یہ سرزمین پوری کائنات میں منفرد ہے۔ یہاں کے دن تو کیا راتوں میں بھی روشنی ہے، یہاں کے پھول تو کیا کانٹوں میں بھی حسن ہے، یہاں کے گلزاروں ہی میں نہیں بیابانوں اور ویرانوں میں بھی بہار رَونق افروز ہے۔ یہاں ماحول میں اپنے پن کا احساس اور فضاء میں مٹھاس ہے۔ یہاں ہوائیں چلنے سے پہلے ادب و احترام کا قرینہ سیکھتی ہیں۔ چاند کی چاندنی باوضو ہو کر اور سورج کی کرنیں سو بار غسل کر کے حاضرِ خدمت ہوتی ہیں۔ یہاں صرف انسان ہی نہیں روزانہ ستر ہزار قدسی بھی حاضری کی سعادت پاتے ہیں۔

دنیا کی کوئی بہار گنبد خضریٰ پر جمی ہوئی نگاہ کو اپنی طرف متوجہ نہیں کرسکتی اور دُنیا کا کوئی حاتم طائی مدینہ شریف کے منگتوں کو اپنی طرف مائل نہیں کرسکتا۔ کج کلاہی بھی یہاں کی گدائی پہ فخر کرتی ہے اور شامِ غریباں صبح وطن پہ شرف رکھتی ہے۔ اس شہر میں جینے ہی کی نہیں بلکہ حالتِ ایمان میں مرنے کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

کیوں نہ ہو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ شریف کی مشکلات پر صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی ہے۔

امام المتکلمین، قائد حریت

علامہ فضل حق رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بعض بے بنیاد روایات

مولانا
اسید الحق عاصم
قادری بدایونی

﴿قسط: دوم﴾

● مولوی امیر احمد سہسوانی اور مسئلہ امکانِ نظیر:

مولوی امیر احمد سہسوانی نے مسئلہ امکانِ نظیر سے متعلق ایک رسالہ علامہ فضل حق کی تردید اور شاہ اسماعیل کی حمایت میں بنام ﴿**نقض الاباطیل فی الذب عن الشیخ اسماعیل**﴾ تصنیف کیا۔ مولوی امیر احمد سہسوانی کے اس رسالے کی وجہ تالیف کے بارے میں سید عبد الباقی سہسوانی (م: 1354ھ/1936ء) نے ایک عجیب کہانی لکھی ہے۔ درایتی اصول اور قرائن وشواہد کی روشنی میں اس کہانی کو بعینہٖ قبول کرنا ذرا مشکل ہے۔

سید عبد الباقی سہسوانی، مولوی امیر احمد سہسوانی کے تذکرے کے ذیل میں لکھتے ہیں: حضرت شمس العلماء (امیر احمد سہسوانی) جب بتقریب نکاح اول قصبہ خیر آباد میں میر محمد حسن خان بہادر سہسوانی کے مکان پر فروکش تھے مولانا محمد عبد الحق بن مولانا محمد فضل حق خیر آبادی سے ملاقی ہوئے اور باہم آمد ورفت رہی۔ مولانا خیر آبادی کے بعض تلامذۂ ممتاز بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک صحبت میں آپ نے باثنائے تذکرۂ علم وفضل مولانا فضل حق، مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید کے مقابلے میں ان کی نفسانیت وتعصب اور کمزوری بیان فرمائی۔ یہ واقعہ جب مولانا (عبد الحق خیر آبادی) کے گوش زد ہوا تو نہایت برافروختہ ہوئے اور باہم کشیدگی پیدا ہوگئی۔ آپ (امیر احمد سہسوانی) نے اپنے اثبات مدعا میں ایک رسالہ مبسوط مسمیٰ ﴿**نقض الاباطیل فی الذب عن الشیخ اسماعیل**﴾ مسئلہ امکانِ نظیر میں مولانا فضل حق کے رسالے کا رد لکھا اور اُن کے خلف الرشید موصوف کی خدمت میں بتوسط بعض اعیان رؤسا بھیجا، مگر صدائے برنخواست کا مضمون دیکھ کر بعد انتظارِ بسیار کتاب ہدیہ سعیدیہ وغیرہ مصنفات مولانا فضل حق پر دس اعتراضات منطقیانہ وفلسفیانہ فوری تحریر فرما کر روانہ کیے اور متقاضی جواب ہوئے۔

اس کے بعد متعدد مقامات پر آپ نے بوساطت اعیان رؤسا مثلاً دہلی میں موقع دربار 1877ء اور لکھنؤ و آگرہ میں مولانا (عبدالحق خیر آبادی) سے مطالبہ تحریر جوابات کیا اور ریاست رامپور میں بھی تحریک بحث و مناظرہ کی اور اعتراضات متعلقِ فن معقول رسالہ مطبوعہ ﴿تلک عشرة كاملہ﴾ میں مولوی سید محمد نذیر مرحوم نے جمع فرما کر شائع کیے۔(حیات العلماء، ص:64)

مولوی امیر احمد سہسوانی نے علامہ فضل حق خیر آبادی کی جو ''نفسیانیت و تعصب اور کمزوری بیان فرمائی'' اس پر تو ہمیں کوئی حیرت نہیں البتہ یہ بات اپنے اندر تعجب خیز ضرور ہے کہ مسئلہ امکانِ نظیر میں علامہ فضل حق خیر آبادی کے رد میں سہسوانی صاحب نے ﴿نقض الاباطيل فی الذب عن الشيخ اسماعيل﴾ کے نام سے ایسا محققانہ رسالہ تصنیف فرمایا کہ ''صدائے برنخواست'' کا مضمون سامنے آ گیا۔لیکن جب یہی مولوی امیر سہسوانی (اس رسالے کی تصنیف سے کچھ عرصہ قبل) اسی مسئلہ امکانِ نظیر میں علامہ فضل حق خیر آبادی کے شاگرد مولانا عبدالصمد سہسوانی کے رُوبرو ہوئے تو اس نَو خیز خیر آبادی فاضل کے سامنے اپنے عقیدے کو کتاب و سنت کے دلائل سے ثابت نہ کر سکے۔

پھر لطف کی بات تو یہ ہے کہ شاہ اسماعیل دہلوی اور علامہ فضل حق خیر آبادی کے درمیان یہ بات متفق علیہ تھی کہ حضور ﷺ کی نظیر اور مثل نہ موجود ہے' نہ ہو سکتی ہے۔اختلاف اس بات میں تھا کہ نظیر کیوں نہیں ہو سکتی ؟ علامہ کے نزدیک نظیر ممتنع بالذات ہے اس لیے نہیں ہو سکتی' شاہ صاحب کے نزدیک ممتنع بالغیر ہے اس لیے نہیں ہو سکتی۔مگر مولوی امیر احمد سہسوانی نے ایک تیسری راہ نکالی کہ مثل کے ممکن یا ممتنع ہونے کی بات تو در کنار بلکہ ''میرا عقیدہ یہ ہے کہ چھ آدمی مثل جنابِ رسول مقبول ﷺ کے فقط ختم نبوت میں اور چھ زمینوں میں موجود و متحقق ہیں''۔(مناظرہ صدریہ' ص:6)

ان کے والد میاں امیر حسن سہسوانی نے ایک قدم اور ترقی کی اور 6 کی بجائے 7 امثال کے قائل ہو گئے۔ اثر ابن عباس نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ حدیث فتح الباری شرح صحیح بخاری اور تفسیر دُر منثور اور شعب الایمان وغیرہا میں موجود ہے۔پس اس صورت میں امکان مثل کیا بلکہ سات مثل موجود متحقق عالم میں ہیں۔ (افادات ترابیہ' ص:2-3)

والد و فرزند کا یہ موقف خود شاہ اسماعیل دہلوی کے موقف کے خلاف ہے۔شاہ اسماعیل لکھتے ہیں: اس مقام پر

اسی قدر ثابت کرنا مقصود ہے کہ مثلِ مذکور قدرت الٰہیہ کے تحت داخل ہے۔ مثل مذکور کے وقوع کو ثابت کرنا مقصود نہیں ہے۔(رسالہ یک روزی' ص:138)

اسی رسالے میں آگے لکھتے ہیں ترجمہ: اگر معترض (فضل حق) کا مقصود یہ ہے کہ مثل مذکور کا وقوع بالفعل مستلزم کذب نص ہے تو یہ بات مسلم ہے' مگر کسی شخص نے مثلِ مذکور کے وقوع بالفعل کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔(رسالہ یک روزی' 144)

اسی طرح جب علامہ نے کہا کہ مثل مذکور مستلزم کذبِ باری ہے تو اس کے جواب میں شاہ اسماعیل نے لکھا: ہاں البتہ مثل مذکور کے وقوع کا قول کرنا کذب باری کو جائز ماننا ہے؟ معاذ اللہ من ذلک۔ رہا مثل مذکور کے امکان کا قول کرنا پس وہ کذب باری کے امکان کو مستلزم نہیں ہے۔(رسالہ یک روزی: 144)

آپ دیکھ رہے ہیں کہ ساری بحث امکانِ نظیر کی ہے۔ وقوع یا اثباتِ نظیر کو شاہ اسماعیل بھی غلط قرار دے رہے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک بھی نظیر خاتم النبیین ﷺ بہر حال ممتنع بالغیر ہے۔ لہٰذا میاں امیر احمد سہسوانی کے نقطہ نظر سے علامہ فضل حق اور شاہ اسماعیل دونوں کا موقف غلط ہے۔ پھر مسئلہ امتناع نظیر میں صرف علامہ فضل حق کے رسالے کا رد لکھنے کا کیا معنی؟ میاں امیر احمد کو علامہ کے ساتھ ساتھ شاہ اسماعیل کے رسالہ یک روزی کا بھی رد لکھنا چاہیے تھا۔ سہسوانی صاحب کے زیر بحث رسالے کے نام ﴿**نقض الاباطیل فی الذب عن الشیخ اسماعیل**﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں شاہ اسماعیل کا دفاع کیا گیا ہے مگر یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ جب مسئلہ امکانِ نظیر میں آپ کے نزدیک شاہ اسماعیل کا موقف بھی غلط ہے تو اس مسئلہ میں آپ نے ان کا دفاع کیسے کیا ہوگا؟

بہر حال جب تک سہسوانی صاحب کا رسالہ ﴿**نقض الاباطیل فی الذب عن الشیخ اسماعیل**﴾ سامنے نہ ہو اُس وقت تک سید عبد الباقی کے اُس بیان کو من وعن تسلیم کرنا ذرا مشکل ہے کہ میاں امیر احمد سہسوانی نے مسئلہ امکانِ نظیر میں مولانا فضل حق خیر آبادی کا رد کرتے ہوئے ایسا محققانہ رسالہ تصنیف فرمایا کہ صدائے برنخواست کا مضمون سامنے آ گیا۔

اس روایت کے مطابق ہدیہ سعیدیہ وغیرہ پر مولوی امیر احمد سہسوانی نے جو ''منطقیانہ اور فلسفیانہ اعتراضات'' فوری تحریر فرما کر روانہ کیے تھے' سید عبد الباقی سہسوانی کے بیان سے ایسا لگتا ہے کہ وہ بھی لاجواب رہے۔ مگر آپ

آئندہ صفحات میں پڑھیں گے کہ مفتی سعد اللہ مراد آبادی نے ہدیہ سعیدیہ پر کچھ اعتراضات کیے تھے۔ ان کے جواب میں ایک نہیں بلکہ تین تین فضلائے خیر آباد نے قلم اٹھایا اور اُن کے معقول جوابات دے دیے۔ لہٰذا یہ باور کرنا ذرا مشکل ہے کہ مولوی امیر احمد سہسوانی کے اعتراضات کے جواب میں کوئی خیر آبادی فاضل سامنے آنے کی ہمت نہ کر سکا' جب کہ یہ وہ وقت تھا کہ خیر آبادی سلسلہ کے جید علماء اور بہترین دماغ موجود تھے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ معقولات میں مولوی امیر احمد سہسوانی کا وہ علمی مقام و مرتبہ نہیں تھا جو مفتی سعد اللہ مراد آبادی کو حاصل تھا۔ جب مفتی سعد اللہ جیسے معقولی کے اعتراضات کو فضلائے خیر آباد نے پر کاہ کے برابر اہمیت نہیں دی تو بھلا مولانا امیر احمد سہسوانی کے اعتراضات کی ان کے سامنے کیا وقعت ہوتی؟ بہر حال ان کا رسالہ ﴿**تلک عشرۃ کاملہ**﴾ ہمارے سامنے نہیں ہے کہ ان کے اعتراضات دیکھ کر اُن کی قدر و قیمت کا اندازہ کیا جائے۔

ہاں! البتہ یہاں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ مولوی امیر احمد سہسوانی کے ان دس اعتراضات کو مرزا حیرت دہلوی نے 1300 (تیرہ سو) اعتراضات قرار دے دیا۔ حیاتِ طیبہ میں لکھتے ہیں کہ: مولانا فضل حق کی نظم و نثر پر مولوی امیر احمد صاحب مرحوم نے تیرہ سو اعتراض کیے تھے۔ مولانا سید احمد رامپوری نے ان 1300 اعتراضات کو ایک رسالہ کی صورت میں مرتب کر کے اس کا نام 13 صدی رکھا تھا۔ (حیاتِ طیبہ' ص: 100' بحوالہ فضل حق اور سن ستاون' ص: 117)

اس پر حکیم محمود احمد برکاتی نے راست تنقید فرمائی کہ: مرزا حیرت کا یہ بیان اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ حقیقت میں مبالغے کا عنصر شامل کر دینے میں چابک دست واقع ہوئے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک اہل حدیث عالم مولوی امیر احمد سہسوانی نے مولانا فضل حق کی کتاب الہدیہ السعیدیہ وغیرہ پر دس اعتراضات ﴿**تلک عشرۃ کاملہ**﴾ کے نام سے ایک رسالہ میں لکھے تھے اور مولوی سید محمد نذیر نے رامپور میں یہ رسالہ طبع کرایا تھا۔ دس کو تیرہ سو لکھ کر مرزا حیرت نے یہ ثابت کیا ہے کہ ان کی تحریر میں صداقت کا عنصر 1/300 ہوتا ہے۔ (مرجع سابق: 117)

﴿**جاری ہے**﴾

حبِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

سما سکتی ہے کیونکر حُبِّ دنیا کی ہوا دل میں
بسا ہو جب کہ نقش حُبِّ محبوبِ خدا☆ دل میں

محمد☆ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو ایماں نامکمل ہے

محمد☆ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

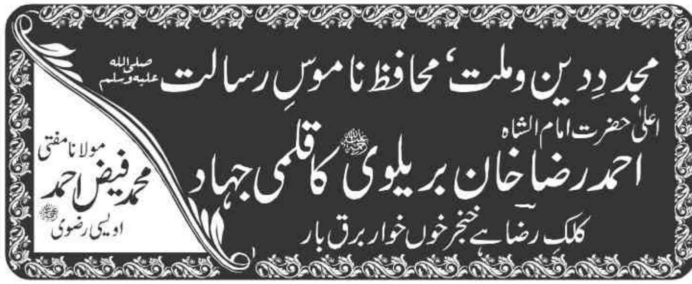
محمد☆ کی محبت آنِ ملت شانِ ملت ہے
محمد☆ کی محبت روحِ ملت جانِ ملت ہے

محمد☆ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

محمد☆ ہے متاعِ عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال جان، اولاد سے پیارا

یہی جذبہ تھا ان مردان غیرت مند پر طاری
دکھائی جن کے ہاتھوں حق نے باطل کو نگونساری

☆ صلی اللہ علیہ وسلم



امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ نے اپنی زندگی کی غرض خود بتائی ۔آپ نے اعلان فرمایا کہ مجھے تین کاموں سے دلچسپی ہے اور اِن کی لگن مجھے عطا کی گئی ہے ۔ ❶ تحفظ ناموسِ رسالت سید المرسلین ﷺ کی حمایت کرنا ۔ ❷ ان کے علاوہ دیگر بدعتیوں کی بیخ کنی' جو دین کے دعوے دار ہیں حالانکہ مفسد ہیں ۔ ❸ حسبِ استطاعت اور واضح مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی ۔(الاجازۃ الرضویہ الملکۃ البہیہ' 37-38' قلمی)

اپنی عظیم تصانیف میں بھی یہی فرمایا کہ فقیر کے سپرد ناموسِ رسالت ﷺ کا تحفظ اور خدمتِ فقہ کی گئی جس کو یہ حسبِ استطاعت انجام دے رہاہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان گستاخانِ رسالت وہابیوں اور دیوبندیوں وغیرہ کے عقائد باطلہ کے رد میں دوسو کتابیں تصنیف فرمائیں۔(الدولۃ المکیہ' صفحہ :169)

اختلاقی مسائل میں عقائد حقہ اہلسنت کو ثابت کرنے کے لئے اور عقائد باطلہ کے رد کے لئے قرآن کریم' احادیث نبویہ اور فقراء وعلماء وصلحاء سے دلائل کے انبار لگا دیئے ۔بعض مسائل پر دوسو سے زائد دلیلیں پیش کیں کہ دشمنِ دین کے فرار کے تمام راستے بند کردیئے ۔امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ نے ان بے ادب وہابیوں اور دیوبندیوں کے بے ادبی کے قلعوں اور مرکزوں پر قرآن وحدیث اور اقوالِ فقہائے کرام سے عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے وہ تیر برسائے کہ ان بے ادبوں کے قلعوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی اوران کے فرار کے تمام راستے بند کردیئے ۔پھران کے تمام اقوال باطلہ اور عقائد ضالہ کی دھجیاں اُڑادیں ۔فرقہائے باطلہ بالعموم اور وہابی دیوبندی سب ہی کو امامِ اہلسنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا رائیگاں کردیا تھا کہ بچہ بچہ پہچان گیا تھا کہ یہ تمام باطل پرست اور گمراہ عقیدے والے اور تمام وہابی' دیوبندی توحید و رسالت کی توہین کرنے والے ہیں ۔اللہ عزوجل اور اس کے رسول معظم' حضور سرورِ کائنات اروا حنا فداہ ﷺ کی جناب میں بدترین بے ادبی اور گستاخی کرنے والے ہیں ۔

عظمتِ الٰہی اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ پر دلائل کا انبار لگاتے ہوئے آپ نے قدم بڑھایا اور دُشمنِ دین کو للکارا

؎ کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار　　اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

آپ نے نہایت جرأت و بہادری سے ناموسِ رسالت کے دشمنوں پر واضح کر دیا کہ ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں گستاخیاں کرنے والوں کو ان کے کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے گا۔ آپ نے حق پرستوں کو آواز دی۔

؎ دشمن احمد پہ شدت کیجئے　　ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

آپ علیہ الرحمہ نے اس جہاد میں قلمِ مبارک کے وہ جوہر دکھلائے اور اعدائے اسلام پر ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ تلوار بھی ایسے کارنامے سرانجام نہ دے سکتی۔

اہل علم کو خوب معلوم ہے کہ دشمنانِ اسلام جس مسئلہ پر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر سمجھے کہ یہ ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے کہ آسانی سے کوئی بھی اس کو نہ گرا سکے گا۔ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم نے اس کی ایسی دھجیاں بکھیریں کہ دشمن کا وہ مضبوط قلعہ ریت کی طرح بہہ گیا اور پھر ہمیشہ تک اس کا نام ونشان بھی نہ رہا۔

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے اس جہاد پر کمربستگی سے پہلے رافضیت اور خارجیت مسلّمہ عقائد کا وجود خطرات میں ڈالے ہوئے تھے کہ عشقِ مصطفوی ﷺ کے جذبۂ لاہوتی کو ختم کرنے کے لئے نجد کے صحراؤں سے ایک آندھی اٹھتی ہے، محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تائید ہوتی ہے اور بہت سے سادہ لوح مسلمان توحید پرستی کے زعم میں رسول ﷺ کو فراموش کر بیٹھتے ہیں جو کہ ایمان کی اساس ہے۔

مسلم زعماء دھڑا دھڑ ایسی تصانیف پیش کر رہے ہیں جن سے جہاد کی مذمت اور انگریز کی اطاعت کی تعلیم ملتی ہے۔ انگریزی سامراج کے سائے میں پرورش پانے والا ہندو، مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانے کے لئے فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکا رہا ہے۔ وطن پرستی کے نام پر ہندو مسلم علماء کے ایک طبقے کو شیشے میں اُتار کر ہندو مسلم سکھ بھائی بھائی کا نعرہ لگا کر دوقومی نظریہ اسلام کی دھجیاں بکھیرنے پر تلا ہوا ہے۔

مسلم زعماء کی اسلامی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ خلافت کی تحریک چلاتے ہیں تو برصغیر کے سب سے بڑے اسلام دشمن مسٹر گاندھی کو منبر ومحراب کی زینت بنانے لگتے ہیں۔ مصلحت کے اسیر اِن مسلمانوں کو سبھاش چندر بوس اور

پٹیل میں بھی عظمتِ اسلاف کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ مسلم تہذیبی اداروں میں ہندو ریاست کا مرکز بنایا جا رہا ہے۔ اصلاحِ عقائد کے نام پر حضور نبی کریم ﷺ کی شخصیت' آپ کی عظمت اور لامتناہی علم کو چیلنج کیا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ امکانِ کذب باری کے سلسلہ میں خدا کی ذات بھی احتساب سے بالاتر نظر نہیں آتی۔ یہ دور کٹھن بھی ہے اور پُرفتن بھی۔ تحریک ترکِ موالات کے نام پر پہلے سے پسماندہ مسلمان کے گھر لٹوائے جا رہے ہیں' مسائل بے شمار ہیں مگر اتنے مصلحین ایک ہی وقت میں کس طرح دستیاب ہو سکتے ہیں۔

اہلِ ایمان روشنی کی کرن کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ 10 شوال المکرم 1272ھ کو حضرت مولانا مفتی نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے گھر جنم لینے والے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں برصغیر کے مسلمانوں کو وہ شخصیت عطا ہوتی ہے جو گفتار کی غازی اور کردار کی دھنی ہے۔ جس کی زبان محبتِ رسول ﷺ کی فیضِ ترجمان بن چکی ہے۔ اس دانائے راز کی نظر مسلمانوں کی سیاسی' اخلاقی اور تہذیبی ابتری کے ساتھ ساتھ اسلام دشمن تحریکات پر بھی پڑتی ہے۔ اس کے ارادوں میں سنگ خارا کی سختی اور سمندروں کی فراخی ہے۔ اس کا حوصلہ پہاڑوں سے سربلند اور فہمِ انسانی کی وسعتوں سے ماورا ہے۔ اسے احساس ہے کہ اسے جو بھی جنگ لڑنی ہے اسے ایک ہی وقت میں کئی دشمنوں سے جنگ کرنی ہے۔ وہ مدافعت کا ہی نہیں بلکہ غنیم کی صفوں پر آگے بڑھ کر حملہ کرنے کے انداز بھی جانتا ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اسلامیانِ برصغیر کے دلوں میں جھانک کر دیکھا تو انہیں یہ عشقِ مصطفوی ﷺ کی حرارت سے محروم نظر آئے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عشقِ رسول ﷺ وہ مرکز ومحور ہے جس کے گرد رُوحِ ارضی طواف کرتی ہے۔ اُمت کے دلوں کو عقیدتِ رسول ﷺ کی تپش سے آشنا کرنے کے لئے آپ نے اپنی تمام فکری' نظری' علمی' روحانی' قلمی اور اَدبی وشعری صلاحیتوں سے کام لیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بجا طور پر سمجھتے تھے کہ جب تک اُمتِ مسلمہ عشق رسول ﷺ کو اپنا خضرِ راہ نہیں بنائے گی اُس وقت تک منزل آشنا نہیں ہو سکے گی۔ عشقِ مصطفوی ﷺ کی شمعیں ضوفگن کرتے ہوئے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ماحول پر ایک نظر ڈالی تو ایسی کتب کثیرہ نظر آئیں جن میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی تنقیص اور گستاخی کے پہلو غالب تھے۔ اس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کا دل تڑپ اُٹھا۔ آپ نے ان کتب کے مصنفین کی توجہ کفریہ عبارات کی طرف مبذول کرائی تو بجائے اس کے کہ یہ

حضرات بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں معذرت طلب ہوتے' اُنہوں نے اسے اَنا کا مسئلہ بنالیا اور اپنی گستاخانہ عبارات کی حمایت میں کتب پیش کرنے لگے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قلم حرکت میں آیا اور آپ مجاہدانہ شان کے ساتھ میدان میں اُترے۔ایک ہاتھ میں قرآن اور ایک ہاتھ میں حدیث' سر پر نصرتِ الٰہی کا سایہ اور مردانِ الٰہی کا دورِ سابق میں یہی حال رہا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

❶ امام ابو اسحاق اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ بدعات ہو رہی ہیں۔ پہاڑوں پر ان علماء کے پاس تشریف لے گئے جو مجاہدات میں مصروف تھے۔انہیں فرمایا کہ سوکھی گھاس کھانے والو! تم یہاں ہو اور اُمت مصطفیٰ ﷺ فتنوں میں ہے۔اُنہوں نے جواب دیا کہ امام یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے نہیں ہوسکتا۔امام وہاں سے واپس آئے اور بد مذہبوں کے رد میں (علمی) نہریں بہائیں۔(الملفوظ' جلد:1' صفحہ:8)

❷ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی۔ان کو کسی نے خواب میں دیکھا' پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا جنت عطا کی گئی نہ علم کے سبب بلکہ حضور ﷺ کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو مالک کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیئے سے ہوشیار کرتا ہے' مانیں نہ مانیں یہ ان کا کام۔فرمایا کہ بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے۔لاکھ ریاضتیں' لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان۔جس کو یہ نسبت حاصل ہے اس کو کسی مجاہدے کی ضرورت نہیں۔اسی میں کیا ریاضت تھوڑی ہے جو شخص عزلت نشین ہو گیا نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے' نہ اس کی آنکھوں کو' نہ اس کے کانوں کو۔(الملفوظ' جلد:3' صفحہ:38)

اب آپ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شب و روز کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ اُنہوں نے کتنا عظیم مجاہدہ کیا ہے۔پوری زندگی خدمتِ دین اور پیارے مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھالی بھیڑوں کو ہوشیار کرنے اور ہزنانِ دین کی گالیاں سننے میں بسر کی ہے اور یہ سلسلہ بعد وصال بھی جاری ہے۔ایک طرف ان کی تصانیف سے حفاظتِ دین و مسلمین ہوتی جارہی ہے اور دوسری طرف مخالفین کی گالیوں کا بھی تانتا بندھا ہوا ہے۔یہی وہ عظیم مجاہد تھا کہ ان کے مرشد طریقت نے کسی اور ریاضت کی ضرورت نہ سمجھی بلکہ خلافت واجازت کے ساتھ تمغۂ امتیاز بھی بخش دیا کہ روزِ قیامت اگر احکم الحاکمین نے فرمایا ''آلِ رسول تُو میرے لئے کیا لایا ہے؟ تو میں احمد رضا کو پیش کروں گا۔''

3 علامہ ابن الجوزی ﴿صفة الصفوة﴾ میں حضرت سفیان بن عینیہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں ﴿ارفع الناس منزلة من کان بین اللہ وبین عبادہ وھم الانبیاء والعلماء﴾ لوگوں میں سب سے بلند مرتبہ وہ حضرات ہیں جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں‘ یہ انبیاء اور علماء ہیں۔

ایک صحرا نشین خلوت گزیں عابد صرف اپنے کو نارِ جہنم سے بچانے کی تدبیر کرتا ہے اور ایک مخلص و بے ریا صاحبِ ہمت و مجاہد عالمِ ربانی ایک جہاں کو عذابِ آخرت سے بچانے کی سعی کرتا ہے۔ بھلا یہ اس سے کم کیوں کر ہو سکتا ہے۔ یہ یقیناً اس سے افضل و اعلیٰ ہے بشرطیکہ جو کچھ کر رہا ہے اس سے اس کا مقصود خوشنودیٔ خدا اور سول ہو ۔ یہ شرط تو خلوت گزیں عابد مرتاض کے لئے بھی ہے۔ ﴿ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء﴾ (معارف رضا ‘شمارہ: دہم)

یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سن شعور سے لے کر تا وصال‘ احیائے اسلام کے لئے نہ صرف متفکر رہے بلکہ عملی طور پر جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمنانِ اسلام کی سرکوبی فرمائی اور آپ کے بالمقابل بھی کوئی معمولی لوگ نہ تھے بلکہ وہ تو ہر طرح کے ہتھیاروں سے لیس تھے اور دنیوی اسباب کی انہیں کسی قسم کی کمی نہ تھی اور اِدھر تنہا مردِ خدا امام احمد رضا۔ اس وقت جو آپ کو منظر پیش آیا اپنے ایک شعر میں اسے یوں بیان فرماتے ہیں۔

؎ بادل گرجے بجلی تڑپے دھک سے کلیجہ ہو جائے　　　بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے

یعنی بادل گرجے تڑپے اس کے خوف سے کلیجہ کانپ اُٹھتا ہے‘ دل پر خوف چھا جاتا ہے کہ جنگل ویران میں ہوں۔ اس شعر میں بھی اپنے دور کی سیاسی اور مذہبی زبونی کا حال ظاہر فرمایا ہے اور ساتھ ہی اشارہ فرمایا ہے کہ اسلام کو مٹانے کے لئے کتنا ہولناک اور بھیانک ماحول تھا کہ دل کانپ جاتا ہے اور خوف سے کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔ اس کی تصدیق وہی حضرات کر سکتے ہیں جنہیں اس تاریک ماحول سے واقفیت ہے۔

● سیاست کی پُر خار وادی:

امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کے دور کے سیاسی ماحول کا ایک مختصر خاکہ ملاحظہ ہو۔

آزادی کے متوالے شمع حریت پر پَروانہ وار نثار ہونے کے لئے میدانِ عمل میں آگے بڑھ رہے تھے۔ ایسے تاریخ ساز لمحات میں بعض حضرات گاندھی کو ولی ثابت کرنے میں مصروف تھے۔ مسلمانوں کے اس موذی دشمن کو

مسجد ومحراب میں لا کر منبر پر بٹھایا جا رہا تھا۔ اسی دوران تحریک خلافت چلی اور اس کے ساتھ ہی تحریک ترکِ موالات کا بہت شہرہ ہوا۔ اگرچہ ان تحریکات میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی جیسے مسلم رہنما پیش پیش تھے مگر ان تحریکات کو گاندھی اور نہرو جیسے ہندو لیڈروں کی آشیر باد حاصل تھی۔ بھلا گاندھی کو خلافتِ اسلامی کے قیام سے کیا دلچسپی ہونی تھی؟ وہ تو صرف خرمنِ اسلام کو جلتا ہوا دیکھنا چاہتا تھا۔

ایسے عالم میں امام احمد رضا خاں نے کس طرح ملتِ اسلامیہ کی راہنمائی کی اس کی ایک جھلک مشہور مورخ میاں عبدالرشید کی تحریر میں ملاحظہ کیجئے۔ ''آپ (اعلیٰ حضرت) کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے میدانِ سیاست میں نیشنلسٹ مسلمانوں کی سخت مخالفت کی۔ یہ وہ لوگ تھے جو ہندو مفادات کو تقویت پہنچا رہے تھے۔ حضرت بریلوی کا مؤقف یہ تھا کہ کافروں اور مشرکوں سے مسلمانوں کا ایسا اشتراک عمل نہیں ہوسکتا جس میں مسلمانوں کی حیثیت ثانوی ہو۔ اُنہوں نے گاندھی اور دوسرے لیڈروں کو مساجد میں لے جانے کی مخالفت کی کیونکہ قرآن پاک کی رو سے مشرکین نجس اور ناپاک ہیں۔ آپ قائداعظم کی طرح تحریک عدم تعاون اور تحریک ہجرت دونوں کے مخالف تھے کیونکہ یہ دونوں تحریکیں اس براعظم کے مسلمانوں کے مفادات کے منافی تھیں۔ حضرت بریلوی کا کہنا تھا کہ نیشنلسٹ مسلمانوں کی ابھی ایک آنکھ کھلی ہے، انہیں چاہیے کہ وہ دونوں آنکھیں کھولیں یعنی ابھی وہ صرف انگریز کی مخالفت دیکھ سکتے ہیں، ہندو کا تعصب اور عداوت نہیں دیکھ پائے۔ (جہانِ رضا مرتبہ مرید احمد چشتی)

امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ انگریز دشمنی کے ساتھ ہندو دشمنی کے بھی قائل تھے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کا دکھاوے کے لئے جب ساتھ دیا تو ساتھ ہی ترکِ گاؤ کشی کا مطالبہ کر دیا۔ تحریک خلافت اور پھر تحریک ترک موالات کے زمانے میں (1919ء تا 1922ء) ترکِ گاؤ کشی کا مطالبہ بھی کیا گیا تو مسلم عمائدین نے سیاسی پلیٹ فارم سے اس کی تائید کر دی۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ہندوؤں کے مخفی عزائم کو بھانپ کر ان کی دکھاوے کی دوستی اور مسلم عمائدین کی ہندو نوازی کا بھرم کھول کر سلطنت اسلامیہ کے لئے راہ ہموار کی۔ تحریک آزادئ ہند کے ایک دور میں بعض علماء ہندوستان کو ''دار الحرب'' قرار دے کر مسلمانوں کو ہجرت پر اُکساتے رہے۔ اس ہجرت کا فائدہ ہندوؤں کو ہی

پہنچا۔ کسی ہندو نے ہندوستان نہ چھوڑا بلکہ یہ ملک چھوڑنے والوں کی جائیدادیں اونے پونے داموں میں خریدتے رہے اور جب یہ خودساختہ مہاجرین ذلت وخواری کے بعد واپس آئے تو اُن کے لئے گھر اور گھاٹ دونوں کا تصور خواب بن چکا تھا۔

؎ چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا

﴿رسالہ اعلام الاعلام﴾ ﴿انفس الکفر فی قربان البقر﴾ اور ﴿وام العیش﴾ میں ان ہی مسائل کے بارے میں بحث ملتی ہے۔

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے ترکی کے حکمران کی حالت چھپی نہ تھی ۔ وہ اسے سلطان تو سمجھتے تھے مگر خلافتِ اسلامیہ کے سربراہ ہونے کے ناطے خلیفۃ المسلمین ماننے کو تیار نہیں تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شریعت اسلامیہ میں خلیفہ اسلام کے لئے شرائط اور اس کی اتباع وحمایت کے احکام جدا جدا تھے۔ قدرت نے حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی اس طرح تائید کی کہ ہندوستانی علماء تو گاندھی کو ساتھ ملا کر نام نہاد خلافت کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے اسلام کے بہت سے بنیادی اُصولوں سے روگردانی کرتے رہے اور ادھر ترکی کے اندر مصطفیٰ کمال پاشا نے باطل قوتوں کے خلاف اور خون کے دریا عبور کرتے ہوئے ترکی کی نشاط ثانیہ کی بنیاد رکھ دی اور خود ہی خلافت کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ کمال اتاترک کا یہ اعلان اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت، سیاسی پختگی، دینی استواری اور مستقبل بینی کا بیّن ثبوت تھا۔ یوں معلوم ہو رہا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مسلمانوں کی بہبودی کے لئے تدابیر خدا کی تقدیر کا پَر تَو لئے ہوئے تھیں۔

؎ ڈھلتے ہیں مری کارگہ فکر میں انجم
لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

جب سورج چمکنے لگتا ہے تو اس کی روشنی کو کم کرنے کے لئے سائے منڈلانے لگتے ہیں مگر وہ اس حقیقت سے بے خبر ہوتے ہیں کہ

سورج کا ہے کام چمکنا سورج آخر چمکے گا

آپ کے حاسدین اور معاندین نے آپ کی ہندو دشمنی اور گستاخانہ عبارات پر ان کو ٹوکنے کی پاداش میں آپ پر انگریز دوستی کا الزام عائد کر دیا۔ جب اس الزام کی نوعیت اور اِس سے متعلق اُمور کا جائزہ لیا گیا تو یہ عاشقِ رسول

ﷺ دوسرے تمام حریت پسندوں سے بڑھ کر انگریز دشمن ثابت ہوا۔ آپ علیہ الرحمہ کے مزاج آشنا سید الطاف علی بریلوی اس صورتِ حال کا یوں جائزہ لیتے ہیں۔ سیاسی نظریئے کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ بلاشبہ حریت پسند تھے۔ انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔ شمس العلماء قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں یا مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیانِ ریاست اور احکامِ وقت سے بھی قطعاً راہ و رسم نہ تھی۔ (گناہِ بے گناہی، صفحہ: 43)

ڈاکٹر الطاف حسین کے لفظوں میں "تاریخ میں اس سے بڑا جھوٹ کبھی نہ بولا گیا ہوگا کیونکہ حقیقت اس کے قطعاً برعکس تھی"۔

بد مذہبی محاذات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کو زندگی میں جن محاذات مذہبی سے مقابلہ رہا ان کی مختصر روئداد حاضر ہے۔

● مرزائی، قادیانی محاذ:

انگریز کا خود کاشتہ پودا قادیانیت کی صورت میں زمین میں جڑیں پکڑ رہا تھا۔ انگریز حکومت ہر ممکن طریق سے قادیانیت کو نواز رہی تھی تا کہ مسلمانوں کی مرکزیت یعنی عشقِ رسول ﷺ دم توڑ جائے۔ ناسمجھی یا کم فہمی کی بناء پر بعض دیوبندی اور اہلحدیث علماء کی تحریریں بھی ان کو جواز مہیا کر رہی تھیں۔ اس دور پُر آشوب میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تصنیف ﴿الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی﴾ (1340ھ) قولِ فیصل بن کر طلوع ہوئی۔

آپ کی بانگِ درانے قادیانیت کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیا۔ اس کے علاوہ ﴿السوء والعقاب﴾ (1320ھ) ﴿المبین ختم النبیین﴾ (1326ھ) اور ﴿قهر الدیان علی مرتد بقادیان﴾ جیسے علمی وفقہی شہ پارے تخلیق کر کے ثابت کر دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی اور مجدد تو کجا ایک عام انسان کے معیار پر بھی پورا نہیں اُترتا۔

ایسے عالم میں جبکہ حکومتِ وقت قادیانیوں کو زبردستی مسلمان قرار دینے پر تلی ہوئی ہو اور عامۃ الناس بھی انگریز

کے اس فرزند کے سیاسی مضمرات سے غیر آگاہ ہوں۔ اعلیٰ حضرت ﷫ کی تحریروں نے بے شمار بھولے بھٹکے مسلمانوں کو پھر سے جادۂ حق پر گامزن کر کے عشقِ سلطانِ مدینہ ﷺ کی دولتِ لازوال سے بہرہ ور کر دیا۔

● وہابی' دیوبندی محاذ:

امام اہلسنت ﷫ کے لئے کٹھن ترین مسئلہ اپنے اسلاف کے مسلمہ عقائد و نظریات کی تبلیغ و ترویج تھی۔ قدرت ان کو ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی پاسداری کے لئے منتخب کر چکی تھی۔ اعلیٰ حضرت ﷫ تو عشق کے بندے تھے وہ کسی کو چھیڑنا یا کسی کی دل آزاری کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن جہاں ناموسِ رسالت مآب ﷺ خطرے میں ہو' جہاں حضور ﷺ کی شخصیت کو مسخ کرنے کے لئے مختلف ہتھکنڈے آزمائے جا رہے ہوں' جہاں حضور ﷺ کی ذات' آپ ﷺ کی نورانیت' بے مثال بشریت' علم غیب کو بازیچۂ اطفال بنا کر رکیک عبارات لکھی جا رہی ہوں۔ جہاں حضور ﷺ کے خصائص و فضائل سے انکار کیا جا رہا ہو' جہاں حضور ﷺ کے محاسن قدسی کو نشانہ بنانے کے لئے بے محل تراکیب اور توہین آمیز تشبیہات و استعارات سے کام لیا جا رہا ہو' وہاں آقائے دو عالم' افتخارِ آدم و بنی آدم حضور ﷺ کا یہ غلام جسے "عبد المصطفیٰ" ہونے کا دعویٰ تھا کب تک خاموش رہتا اور کیوں خاموشی اختیار کرتا؟

اگر اعلیٰ حضرت خاموش رہتے تو ان کی خاموشی منافقت اور مصلحت اندیشی کا دوسرا نام ہوتی۔ وہاں تو آتشِ نمرود آپ ﷫ کو کردارِ خلیل کے لئے آمادہ کر رہی تھی کہ

؎ اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں   مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

یہی حکمِ اذاں اب امام احمد رضا ﷫ کا مقدر بن چکا تھا۔ آپ ﷫ نے گالیاں کھائیں' مخالفین نے آپ پر بدعتی اور مشرک ہونے کے فتوؤں کی بوچھاڑ کر دی۔ شیشے کے گھروں کے مکین آپ کے سخت دشمن تھے' آپ کی شخصیت کو مسخ کیا جا رہا تھا' آپ پر کچہریوں میں مقدمے چلائے جا رہے تھے' دشمنوں نے انگریزی تھانوں میں رپٹ لکھوا دی تھی کہ

؎ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

مگر اس مردِ حق آزما کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ گالیوں کا خراج وصول کرتا رہا' اغیار کی سنگ باری

پر مسکراتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ تمام ابتلائیں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی بالاتری کے نام پر اس پر نازل ہو رہی تھیں۔ اب فقط مدافعت کا وقت نہیں رہا تھا بلکہ حریفوں کے قلعوں پر ضربِ کاری لگانے کا وقت تھا۔ سلطانِ دو عالم ﷺ کی محبت اس پر سایہ فگن تھی، رحمتِ خداوندی شاملِ حال تھی۔ اس نے زبان سے ڈھال اور قلم سے تلوار کا کام لیا اور تمام باطل قوتوں کو للکارتے ہوئے کہا۔

؎ کلک رضؔا ہے خنجر خونخوار برق بار　　　اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

عظمت وشانِ مصطفیٰ ﷺ کو اُجاگر کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت نے عاشقِ رسول ﷺ ہونے کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے خصائصِ مصطفوی ﷺ اور مقاماتِ نبوت کے نام پر درجنوں کتب تصنیف کیں۔ آپ نے اور آپ کے شاگردوں اور متاثر علماء نے بے شمار مناظرے کئے مگر آپ نے کہیں بھی سوقیانہ یا رکیک زبان استعمال نہیں کی البتہ اس زبان پر ضرور اعتراض کیا جو حضور ﷺ کے بارے میں اغیار نے استعمال کی۔

● رافضی محاذ:

قادیانیت اور گستاخانِ رسول ﷺ کا تعاقب جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ علیہ الرحمہ نے رافضیوں اور خارجیوں کے نظریات پر بھی قرآن وسنت کی روشنی میں مثبت تنقید کی۔ اثناء عشری حضرات جب اہل بیت کے نام پر عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کی ہمدردیاں حاصل کر رہے تھے اور ڈر تھا کہ یہ فتنہ ملتِ احناف کی صفوں میں رخنہ اندازی کا باعث نہ بن جائے۔ اس مقصد کی خاطر آپ علیہ الرحمہ نے ﴿رد الرفضته﴾(1320ھ)﴿الادلة الطاعته﴾ (1306ھ) اور ﴿رسالہ تعزیہ داری﴾(1321ھ) تصنیف فرمائی۔

ان کتب میں آپ علیہ الرحمہ نے شیعہ حضرات کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کے لیے ان کی رسوم اور بہت سے عقائد کو دینِ مصطفیٰ ﷺ سے متصادم قرار دیا۔ شیعہ کی اصلاح کے لیے آپ نے اور بھی کئی رسائل لکھے۔ اس ضمن میں بعض رسائل اہلسنت وجماعت کی اصلاح عقائد کے لئے تحریر فرمائے کہ کوئی تحریک اصلاح کے پردے میں ان کی تخریب کا سامان مہیا نہ کر دے۔

؎ رات بہت سے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

کے مصداق غفلت کی نیند سو رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت ﷫ نے کاروانِ عشق مصطفیٰ ﷺ کے لئے حدی خوان کا کردار ادا کیا۔ آپ ﷫ نے نہ صرف ان کفریہ عبارات کا رد کیا بلکہ سلطانِ دو عالم ﷺ کے مقام و مرتبہ اور خصائل وفضائل شریفہ واضح کرنے کے لئے درجنوں تحقیقی اور تاریخی کتب تصنیف فرمائیں۔

آپ کا نعتیہ مجموعہ "حدائق بخشش" عشقِ حضور ﷺ کی کامل دستاویز ہے۔ عشقِ رسول خدا ﷺ کے ضمن میں آپ کے بدترین مخالف بھی آپ کی رسولِ خدا ﷺ محبت کو آپ کے لئے توشۂ آخرت جانتے تھے۔

اعلیٰ حضرت ﷫ کے وصال پر اشرف علی تھانوی کا اظہارِ تعزیت اور آپ کے عشقِ رسول ﷺ کے جذبہ کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے کہ میرے دل میں احمد رضا کا بے حد احترام ہے۔ وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشقِ رسول ﷺ کی بناء پر کہتا ہے کسی اور غرض سے تو نہیں کہتا۔ (چٹان لاہور 23 اپریل 1962ء)

خلاصہ یہ کہ وہ ایک فردِ واحد تھا مگر پوری ملت کا ترجمان۔ وہ ایک مردِ حق تھا مگر پوری ملتِ اسلامیہ کے عقائد کا پاسبان۔ غوث الاعظم ﷫ کا پرچم بردار، امام اعظم ابوحنیفہ ﷫ کے مسلک کا پاسدار، امام غزالی ﷫ کے تدبر کا افتخار، امام رازی ﷫ کے گرہ کشائیوں کا امانتدار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی ﷫ کی تعلیمات کا شارح، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ﷫ کی شانِ تجدید کا آئینہ دار، امام فضل حق خیر آبادی ﷫ کی حق گوئی کا علمبردار اور علامہ سید کفایت علی کافی ﷫ کے عشقِ رسول ﷺ کا دُرشاہوار تھا۔

اس کا اپنا کوئی نہیں تھا وہ تو عمر بھر عظمت و شانِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے مصروفِ جہاد رہا۔ وہ کسی جدید نظریئے کا خالق نہیں تھا بلکہ اس کے دل کی دھڑکنیں گنبد خضراء کی نورانی طلعتوں سے حیاتِ نو لیتی رہیں مگر اس کے باوجود اس کا نام برصغیر پاک و ہند میں ہی نہیں بلکہ پورے اسلام میں سنیت کا اظہار اور عشقِ رسالتِ مآب ﷺ کا اعزاز بن چکا ہے۔ اب وہ محض ایک شخص نہیں رہا بلکہ اس کا نام لیتے پوری صدی کی داستانِ عشق و عقیدت کا ایک ایک ورق ہماری عقیدتوں کا خراج لے کر اس کے وجود تنہاء کو پوری صدی پر محیط کر دیتا ہے۔

؎ آخر وہ مجددِ ملت جو ٹھہرا — آخر وہ ہمہ صفت موصوف جو ٹھہرا

دیگر مذہبی محاذات: یہ محاذات جن کا فقیر نے مختصر لفظوں میں ذکر کیا ہے بین الاقوامی طور پر مشہور ہیں۔ پھر

ان کی ذیلی ٹولیوں کو دیکھا جائے تو وہ بھی درجنوں نظر آئیں گی۔ ان کے علاوہ دیگر چھوٹے چھوٹے محاذ بھی ملک میں قائم ہوئے جو بظاہر تو چھوٹے تھے لیکن قوت و طاقت کے لحاظ سے بڑے مضبوط اور موٹے تھے مثلاً ندوہ کا فتنہ' غلط مسائل و عقائد فاسدہ کا فتنہ مثلاً ایک جماعت نے کہہ دیا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ علی الاطلاق افضل نہیں۔ اسی طرح پیر پرستوں کے ایک گروہ نے کہہ دیا کہ سیدنا احمد رفاعی' حضور غوثِ اعظم علیہ الرحمہ سے افضل ہیں وغیرہ وغیرہ۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے خداداد صلاحیت سے تمام فتنوں کو نہ صرف دبا دیا بلکہ انہیں مٹا کر رکھ دیا۔

حاسدین کی بھرمار:

میرے نزدیک انسان کو سب سے زیادہ دکھ حاسدین سے پہنچتا ہے بالخصوص جتنا مراتب بلند ہوں حاسدین بھی اسی قدر زیادہ ستاتے ہیں۔ چنانچہ یہی کیفیت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کو پیش آئی۔ خود فرماتے ہیں

ے اک طرف اعدائے دیں اک طرف حاسدین بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

معمولات:

جناب سید الطاف علی بریلوی اپنی آنکھوں دیکھا حال تحریر فرماتے ہیں کہ خود مولانا صاحب کے یہاں 12 ربیع الاول شریف کو خاص الخاص اہتمام سے میلاد ہوتی جس میں یہ قاعدہ تھا کہ داڑھی رکھنے والوں کو تبرک کا ڈبل حصہ اور بے داڑھی والوں کو ایک حصہ دیا جاتا۔ کم عمری کی وجہ سے میں بے ریش و برود تھا اس لئے مجھ کو بھی وہی حصہ ملتا تھا۔

مولانا کے مدرسہ میں قرب و جوار کے طلباء کے علاوہ آسام' بنگال' پنجاب' سرحد' سندھ اور افغانستان تک کے تشنگانِ علوم دینیہ پڑھتے تھے۔ جنہیں کتب درسی میں قیام و طعام کی سہولت مہیا کی جاتی۔ بکثرت طالب علم شہر کی مساجد کی امامت کرتے' انہیں کے حجروں میں قیام کرتے اور اہل محلّہ ان کے کفیل ہوتے تھے۔

بعض ذہین طلباء شہر کے بازاروں میں آریہ سماجیوں اور عیسائی مشنریوں سے آئے دن مناظرے بھی کرتے تھے۔ ایک دارالافتاء بھی تھا جو استفتاؤں کی روشنی میں ملک کے طول و عرض میں فتوے ارسال کرتا۔ مسلمانوں کے باہمی تنازعات کو بھی شرع شریف کی رُو سے طے کرایا جاتا اور ہزاروں مقدمہ بازی کی تباہ کاریوں سے بچ جاتے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی عظمت روحانی اور ان کے فیصلوں کو بے چون و چرا مخالف فریق تسلیم کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا معمول تھا کہ بعد نمازِ عصر کے شمال مشرقی حصہ میں جہاں ایک سایہ دار درخت بھی تھا تشریف فرما ہوتے۔ اس مجلس میں حاضری کی اجازت عام ہوتی' بلا روک ٹوک ہر شخص سوال کر سکتا تھا۔ یہ برکتِ صحبت مغرب کی اذان تک جاری رہتی۔ مولانا صاحب کی اس مسجد میں جمعہ کے روز بھی خاصی بھیڑ بھاڑ اور رونق ہوتی جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نماز کے لئے ساڑھے تین بجے کا وقت مقرر تھا۔ سارے شہر کے وہ حضرات جو اپنے محلوں کی مسجد میں کسی مجبوری سے بروقت نماز نہ پڑھ سکتے وہ یہاں آ جاتے۔

مولانا کے ہی ایک مرید مانرائے کے قریب گلی حکیم وزیر علی کی ایک چھوٹی سی مسجد میں ساڑھے بارہ بجے نمازِ جمعہ پڑھاتے تھے جس میں ایسے تمام لوگ آتے جنہیں ریل کے سفر یا کسی اور مجبوری کے باعث جلد نمازِ جمعہ سے فارغ ہو جانے کی ضرورت ہوتی تھی۔

مولانا مالی اعتبار سے بہت ذی حیثیت تھے۔ معقول زمینداری تھی جس کا تمام تر انتظام ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد رضا خاں صاحب کرتے تھے۔ مولانا کے اہلِ خاندان کے محلّہ سوداگراں میں بڑے بڑے مکانات تھے بلکہ پورا محلّہ ایک طرح سے انہیں کا تھا۔ محلّہ کے چاروں طرف ہندوؤں کی زبردست آبادی تھی۔ کوئی ایک راستہ بھی ایسا نہ تھا جس کے ہر دو جانب کثیر التعداد ہندو نہ رہتے ہوں لیکن مولانا صاحب کا وقار جلال کچھ اس طرح کا تھا کہ ہندو مسلم فسادات کی سخت کشیدہ فضا میں بھی کبھی کوئی ناگوار واقعہ نہ آیا۔ تقسیم ملک کی ہولناکیوں کا دور بھی گزر گیا اور ان کے چھوٹے صاحبزادے جناب مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب اور جملہ اعزہ متوسلین بخیر و عافیت رہے۔ جسے میں قوتِ ایمانی کا ایک نادر کرشمہ خیال کرتا ہوں۔

؎ دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی ترست

سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ بلا شبہ حریت پسند تھے۔ انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔ شمس العلماء قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں و مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیانِ ریاست اور حکامِ وقت سے بھی

مطلق راہ ورسم نہ تھی بلکہ بقول الحاج سید ایوب علی صاحب مرحوم (جن کو 26 سال تک پیش کار رَہنے کا شرف ملا) حضرت مولانا ڈاک کے لفافے پر ہمیشہ اُلٹا ٹکٹ لگاتے تھے یعنی ملکہ وکٹوریہ' ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کے سر نیچے۔

اسی طرح حضرت علیہ الرحمہ کا عہد تھا کہ وہ کبھی انگریز کی عدالت میں نہ جائیں گے۔ اس کا سب سے زیادہ مشہور واقعہ جو میرے مشاہدہ میں آیا علمائے بدایوں سے نمازِ جمعہ کی اذانِ ثانی نزد منبر یا صحنِ مسجد میں ہو' کے مسئلہ پر اختلاف تھا جس کی بناء پر مقدمہ بازی تک نوبت پہنچی۔ اہلِ بدایوں مدعی تھے اور انہوں نے اپنے ہی شہر کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا تھا۔

مولانا صاحب (اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ) کے نام سے سمن آیا اس پر حاضر نہ ہوئے تو احتمالِ گرفتاری کی بناء پر ہزاروں عقیدت کیش مولانا صاحب کے دولت خانہ میں جمع ہو گئے۔ نہ صرف جمع ہوئے بلکہ آس پاس کی سڑکوں اور گلیوں میں باقاعدہ ڈیرے ڈال دیئے۔ دن رات اس عزم کے ساتھ چوکسی ہونے لگی کہ جب وہ سب اپنی جانیں قربان کر دیں گے تو قانون کے کارندے مولانا کو ہاتھ لگا سکیں گے۔ فدا کاروں اور جانثاروں کا ہجوم جب بہت بڑھ گیا اور محلّہ سوداگراں میں تِل دھرنے کو جگہ نہ رہی تو گھنی آبادی سے دور مسجد نو محلّہ کے قریب ایک کوٹھی میں حضرت کو منتقل کر دیا گیا۔

اس کوٹھی کے سامنے گورنمنٹ ہائی اسکول کا نہایت وسیع کمپاؤنڈ تھا' جس میں کئی لاکھ آدمی سما سکتے تھے۔ اسی کشائش کے دوران بدایوں کی کچہری میں مقدمہ کی پیشیاں ہوتی رہیں جن میں بکثرت لوگ بریلی سے بھی جاتے تھے۔ اہلِ بدایوں کا بھی خاصا اجتماع ہوتا' ایک دوسرے کے بالمقابل کیمپ لگتے اور ہر لمحہ باہمی تصادم کا خوف رہتا۔

ایک پیشی کے موقع پر میں بھی اپنے چچا صاحب کے ہمراہ گیا تھا اور وہاں آخری بار میں نے اس دور کے مشہور ماہر قانون جناب حشمت اللہ بار ایٹ لاء کو دیکھا۔ یہ سر سید کے دوست تھے۔ 1892ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس ہفتم دہلی کے صدر ہوئے۔ فی الوقت میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ مولوی حشمت اللہ صاحب ہی کی کوشش سے مقدمہ مذکور اس طرح خارج ہو گیا کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی آن قائم رہی یعنی وہ ایک مرتبہ بھی حاضرِ عدالت نہ ہوئے اور نہ انہوں نے زبانی یا تحریری کسی قسم کی معذرت خواہی کی کیونکہ بعد ازاں انتہائی پیمانہ پر مبارک بادیوں کا سلسلہ کئی ہفتے جاری رہا۔

محلّہ محلّہ اور کوچہ کوچہ سے جلوس نکل کر سڑکوں پر اس طرح گشت کر کے مولانا صاحب کے دولت کدہ پر پہنچتے کہ چھڑکاؤ ہوتا جاتا' گلاب پاشی ہوتی اور میلاد خوانوں کی ٹولیاں گلوں میں ہار ڈالے جھوم جھوم کر جوش و خروش کے ساتھ خود مولانا کا نعتیہ کلام بلاغت نظام پڑھتے جاتے۔ مٹھائی اور ہار پھولوں کی خوان پوش سینیاں بھی جاتیں جو منزلِ مقصود پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں پیش کردی جاتیں۔ حضرت ان سب چیزوں کو مجمع میں تقسیم کرادیتے۔

● اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا تاریخی اہمیت رکھنے والا ایک اور واقعہ تحریکِ خلافت و ترکِ موالات کے تحت ہندو مسلم اتحاد یعنی ہندوستان میں ہر دو اقوام کی متحدہ قومیت کی تحریک کی پُر زور مخالفت تھی۔

اُس وقت صورت حال یہ تھی کہ جنگ طرابلس و بلقان' المیۂ مسجد کانپور اور پہلی جنگ عظیم میں سلطنت ترکی کی مکمل تباہی نے عامۃ المسلمین کو انگریزوں سے حد درجہ بدظن کردیا تھا۔ ہندو بھی بعد از جنگ حکومت کی جانب سے موجودہ حکومت کو خود اختیاری نہ دیئے جانے اور جلیانوالہ باغ کے ہولناک قتل عام کی وجہ سے سخت مشتعل تھے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں کے خلاف تحریک ترکِ موالات اور تحریکِ خلافت زور و شور سے شروع ہوگئی جس میں ہندو اور مسلمان متفقہ طور پر بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ ہندو مسلم بھائی بھائی اور متحدہ قومیت کا جذبہ اس قدر عروج کو پہنچ گیا تھا کہ آریہ سماجی لیڈر شردھانند جیسے اسلام دشمن کو جامع مسجد دہلی میں تقریر کے لئے لا کھڑا کیا گیا۔

انگریز دشمنی میں جیسا کہ اُوپر ذکر کیا گیا مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین بھی کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ لیکن ان کے یہاں ہندو دوستی بھی پسند نہیں کی جاتی تھی اور وہ مشرکین سے موالات کو ملتِ اسلامیہ کے لئے خودکشی کے مترادف سمجھتے تھے۔ لہٰذا اُن کی جانب سے مخالفت کا زبردست دھماکہ ہوا۔

ایسا دھماکہ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی گونج دُور دُور تک پہنچ گئی۔

مولانا کو یقین تھا کہ مسلمان ہندو قومیت میں ضم ہوگئے تو نہ صرف ان کا دین و ایمان خراب ہو جائے گا بلکہ ان کا سیاسی مستقبل بھی تاریک ہوجائے گا۔ انگریزوں کے جانے کے بعد جو جمہوری نظامِ حکومت قائم ہوگی اور مذہبی بنیاد پر اکثریت و اقلیت کا تعین ہوگا۔ اس میں مسلمانوں کے نمائندگی برائے نام رہ جانے کے باعث وہ اپنی قومی و ملی تشخص سے بالکلیہ محروم ہوجائیں گے۔ ان کا مذہب' کلچر اور زبان سب فنا کے گھاٹ اُتر جائیں گے۔

اسی تاثیر کے تحت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں ﷫ اوران کی جماعت اہلسنت کے ارکان واکابر نے ہندوستان کے طول وعرض کے دورے کئے' گھر گھر پیغامِ حق پہنچایا۔کانگریسی مسلمانوں بالخصوص جمیعۃ العلمائے ہنداور فرنگی محلی علماء سے بڑے بڑے مناظرے اورمقابلے ہوئے ۔یہ ان کی حق گوئی کا نتیجہ تھا کہ چند سال نہ گزرنے پائے تھے کہ ہندو مسلم موالات کا طلسم ٹوٹ گیا' روز مرہ کی زندگی اور سرکاری ونیم سرکاری محکموں میں ہندوؤں کی جارحانہ بالادستی اورخودعرضی کھل کر سامنے آگئی۔شدھی سنگھٹن کی قابلِ نفرت تحریک نے بھی جنم لے کر آناً فاناً ہولناک صورت اختیار کرلی۔بظاہر غیر متعصب ہندو کانگریسی رہنماؤں کی مسلم دوستی کی بھی نہرور پورٹ کی شکل میں حقیقت عیاں ہوگئی۔

ان حقائق کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ امامِ ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی ﷫ نے جو دو قومی نظریہ پیش کیا تھا اس کو پورے زور وشور کے ساتھ عملی جامہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں ﷫ اوران کے عقیدت کیشوں نے پہنایا۔بعدازاں قائداعظم محمد علی جناح نے 1936ء سے اس نظریہ کونہایت منظّم بنیادوں پر پایۂ تکمیل کوپہنچایااور پاکستان وجود میں آیا۔

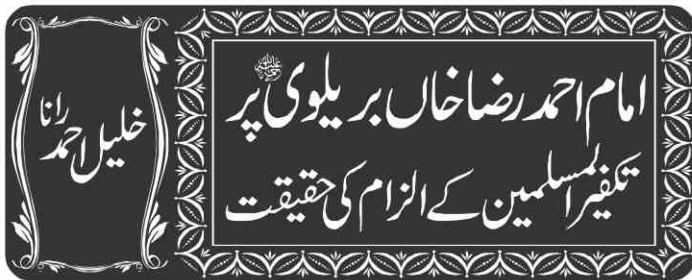
؎ فانی ز حیات من آشفتہ چہ پر سند! مرگے است کہ از ہستی جاوید پیام است

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے قلمی جہاد کی برکت ہے کہ آج سنی مذہب بھروپیوں کے مکر وفریب سے محفوظ ہے بلکہ یہ اعلیٰ حضرت ﷫ کی کرامت ہے کہ جو بھی کہیں بھی مسائل وعقائد اہلسنت سے سرشار ہے اسے مخالفین بریلوی کہتے ہیں اگر چہ وہ اعلیٰ حضرت ﷫ کا نام تک نہ جانتا ہو۔بلکہ فقیر نے آنکھوں سے ایسے بھی دیکھے ہیں کہ اعلیٰ حضرت سے دشمنی کا اظہار کرتے ہیں تب بھی مخالفین کے اس لقب سے نہیں بچ سکتے۔

دورِحاضرہ میں اعلیٰ حضرت ﷫ کی تحقیق کے خلاف تحریک چلائی جارہی ہے کہ بریلوی مکتبہ فکر کے لوگ اعلیٰ حضرت ﷫ کے خلاف اپنی تحقیق کوترجیح دیں لیکن یہ بھی اپنا نقصان کریں گےاورآخرت میں رُسوا ہوں گے۔اعلیٰ حضرت ﷫ کا نام زندہ اورتابندہ رہے گا۔

؎ جب تک آسمان پر چاند رہے گا اعلیٰ حضرت چمکتا ترا نام رہے گا





بعض لوگ کم علمی کی بنا پر کہہ دیا کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے اپنے سوا تمام مسلمانوں کی تکفیر کی ہے ۔ ●اس مسئلہ کی وضاحت مولوی محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی (م1974ء) کے اس بیان سے بھی ہو جاتی ہے کہ ''اشرف علی تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ علماء' کسی کو کافر نہیں بناتے اور نہ کوئی کسی کو کافر بنا سکتا ہے۔ کافر تو خود اپنے قول و فعل سے بنتا ہے۔ البتہ علماء اس کو یہ بتا دیتے ہیں کہ اس قول و فعل سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ کافر بنانا علماء کے اختیار میں نہیں اور بتا دینا جرم نہیں''۔ (محمد ادریس کاندھلوی' مسلمان کون کافر کون؟ مطبوعہ لاہور' ص:11)

امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے کسی کو کافر نہیں بنایا' بلکہ شرعی فریضہ ادا کیا اور بتایا کہ تم لوگوں کی یہ عبارتیں تنقیص الوہیت و رسالت کی وجہ سے کفریہ ہیں اور تمہیں اسلام سے خارج کر رہی ہیں' ان سے توبہ کیجئے ۔ یہ کہنا کوئی جرم نہیں بلکہ خیر خواہی ہے ۔ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی احتیاط کا یہ عالم ہے کہ 1309ھ میں رسالہ ﴿سبحان السبوح﴾ پہلی بار شائع ہوا۔ اس میں رشید گنگوہی اور قائلین امکانِ کذب پر اٹھتر (78) وجہ سے لزوم کفر ثابت کیا لیکن تکفیر نہیں کی ۔1316ھ میں رسالہ ﴿الکوکبة الشھابیه﴾ شائع ہوا۔ اس میں اسماعیل دہلوی (م:1831ء) کے ستر (70) کفریات گنوئے لیکن تکفیر سے اجتناب ہی کیا۔

☆اس حقیقت کو خود امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے یوں بیان فرمایا ہے: ''مسلمانو! یہ روشن ظاہر' واضح قاہر عبارات تمہارے پیش نظر ہیں' جنہیں چھپے ہوئے دس دس اور بعض کو سترہ اور تصنیف کو اُنیس سال ہوئے ۔ ان دشنامیوں کی تکفیر تو اَب چھ سال یعنی 1320ھ سے ہوئی ہے۔ جب سے ﴿المعتمد

المستند﴾ چھپی۔ اب عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ و رسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو“۔

یہ عبارتیں فقط اُن مفتریوں کے افتراء ہی رد نہیں کرتیں بلکہ صراحۃً صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا‘ جب تک یقینی‘ قطعی‘ واضح‘ روشن‘ جلی طور سے اُن کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوگیا۔ جس میں اصلاً اصلاً ‘ ہرگز ہرگز‘ کوئی گنجائش‘ کوئی تاویل نہ نکل سکی۔

آخر یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو اُن کے اکابر پر ستر ستر وجہ سے لزومِ کفر کا ثبوت دے کر یہی کہتا ہے کہ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل کلمہ ﴿لا الٰہ الا اللہ﴾ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔

یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو خود ان دشنامیوں کی نسبت جب تک ان کی دشنامیوں پر اطلاع یقینی نہ ہوئی تھی‘ اٹھتر (78) وجہ سے بحکم فقہائے کرام لزومِ کفر کا ثبوت دے کر یہی لکھ چکا کہ ہزار ہزار بار حاشاللہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔

جب کیا ان سے کوئی ملاپ تھا اب رنجش ہوگئی؟ یا ان سے جائیداد کی کوئی شرکت تھی اب پیدا ہوئی؟ حاشاللہ مسلمانوں کا علاقہ محبت و عداوت خدا و رسول ہے۔ جب تک ان دشنامیوں سے دشنام صادر نہ ہوئی‘ یا اللہ و رسول کی جناب میں ان کی دشنام نہ دیکھی سنی تھی‘ اس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا‘ غایت احتیاط سے کام لیا۔ حتیٰ کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا‘ مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمین عظام کا مسلک اختیار کیا۔ جب صاف صریح انکارِ ضروریاتِ دین و دشنام دہی رب العالمین و سید المرسلین ﷺ آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر آئمہ دین کی تصریحیں سن چکے۔ (امام احمد رضا‘ تمہید ایمان‘ مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور 1409ھ/1988ء‘ ص:49-50)

● مرتضٰی حسن در بھنگی (م:1951ء) سابق ناظم تعلیمات شعبہ تبلیغ دار العلوم دیو بند لکھتے ہیں ”اگر (مولانا احمد رضا) خاں صاحب کے نزدیک بعض علماء دیو بند واقعی ایسے تھے جیسا کہ انہوں نے سمجھا تو خاں

صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے''۔

(مرتضیٰ حسن در بھنگی' اشد العذاب' مطبوعہ مجتبائی جدید دہلی ص:13)

☆امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ ''الزامِ تکفیر'' کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہل سنت کے فتوائے تکفیر کا کیا اعتبار؟ یہ لوگ ذرہ ذرہ سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا' مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا' مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جن کی حیاء اور بڑھی ہوئی ہے وہ اتنا اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا' شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا' حاجی امداداللہ صاحب کو کہہ دیا مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جو پورے ہی حد حیاء سے اونچے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذ باللہ عیاذ باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو کہہ دیا۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا' اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان کے بعض بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الٰہ آبادی مرحوم ومغفور سے جا کر جڑی کہ معاذ اللہ' معاذ اللہ' معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کو کافر کہہ دیا۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے۔ انہوں نے آیہ کریمہ ﴿ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا﴾ پر عمل فرمایا۔ خط لکھ کر دریافت کیا' جس پر یہاں سے رسالہ ﴿انجاء البری عن وسواس المفتری﴾ لکھ کر ارسال ہوا۔ مولانا نے مفتری کذاب پر لاحول شریف کا تحفہ بھیجا۔ غرض ہمیشہ ایسے ہی افتراء اٹھایا کرتے ہیں''۔

ماہِ صفر کے متعلق غلط عقائدو نظریات

محمد جہان یعقوب

صفر اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ہے اسلام سے قبل بھی اس مہینے کا نام صفر ہی تھا' اسلام نے اس کے قدیم نام کو برقرار رکھا۔ اسلام سے پہلے لوگوں کا خیال تھا کہ اس مہینے میں آسمان سے بلائیں اور آفتیں نازل ہوتی ہیں' لہٰذا وہ اس مہینے میں سفر وغیرہ نہیں کرتے تھے۔ اسلام نے ان تمام توہمات کو یکسر باطل قرار دیا اور اِس مہینے کا نام صفر المظفر قرار دیا یعنی کامیابی کا مہینہ اور اسی مہینے کو صفر الخیر بھی قرار دیا یعنی بھلائی کا مہینہ۔ جوں جوں اسلامی تعلیمات سے دُوری بڑھتی گئی دین کے باقی معاملات کی طرح اس مہینے کے بارے میں بھی بہت سے توہمات زبان زد عام ہو گئے جو کہ سراسر دین کی رُوح کے منافی ہیں۔

عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ اس مہینے میں لولے' لنگرے اور اَندھے جنات بڑی کثرت سے آسمان سے اُترتے ہیں اور لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض لوگ اس مہینے میں صندوقوں اور دَرودیوار کو ڈنڈے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طرح ہم ان ضرررَساں جنات کو بھگا رہے ہیں۔ اسی بناء پر بالخصوص خواتین اپنے چھوٹے بچوں کے معاملے میں بہت محتاط اور خوف زدہ رہتی ہیں کہ کہیں یہ جنات انہیں نقصان نہ پہنچا دیں۔

بعض علاقوں میں صفر کے مہینے کے اختتام پر خواتین مکڑی کے جالے صاف کرتے ہوئے کہتی ہیں ''اے صفر! دُور ہو جا''۔ ان تمام باتوں کی بنیاد اس مہینے میں بکثرت جنات کے زمین پر اُترنے اور لوگوں کو نقصان پہنچانے کے نظریے پر ہے' جس کی کوئی اصل نہیں۔ بلکہ یہ زمانہ جاہلیت کی توہم پرستی ہے' جس سے اسلام اپنے پیروکاروں کو منع کرتا ہے۔

صفر المظفر کی ابتدائی تیرہ تاریخوں کو انتہائی منحوس تصور کیا جاتا ہے اور ان دنوں میں نہ صرف یہ کہ شادی

بیاہ اور سفر وغیرہ سے گریز کیا جاتا ہے بلکہ بعض مقامات پر تیرہ تاریخ کو چنے اُبال کر اور بعض جگہوں پر چُوری بنا کر تقسیم کی جاتی ہے۔ اب تو رفتہ رفتہ پورے صفر کے مہینے کا نام ہی ''تیرہ تیزی'' رکھ دیا گیا ہے اور پورے مہینے کو منحوس سمجھ کر اس میں کسی بھی نئے کام کا آغاز نہیں کیا جاتا۔ اس کی بظاہر وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان تیرہ دنوں میں حضور اکرم ﷺ کے مرض الوفات میں شدت آ گئی تھی' لہٰذا صفر کے ابتدائی تیرہ دن اور اِن کی وجہ سے پورا مہینہ منحوس اور ہر قسم کی خیر و برکت سے خالی ہے۔ حالانکہ اس بات کی کوئی اصل نہیں بلکہ آپ کے مرض میں شدت صفر کے آخری ایام میں پیدا ہوئی تھی۔ مورخ اسلام محمد بن سعد لکھتے ہیں ''28 صفر بروز بدھ کو رسول اللہ ﷺ کے مرض کا آغاز ہوا''۔

عوام میں مشہور ہے کہ صفر کے آخری بدھ کو نبی کریم ﷺ کی بیماری میں افاقہ ہو گیا تھا اور آپ نے غسلِ صحت فرمایا تھا' پھر تفریح کے لیے گھر سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ اسی بناء پر بعض خواتین گھی' چینی یا گُڑ کی روٹیاں پکا کر تقسیم کرتی ہیں اور جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کی صحت یابی کی خوشی میں یہ عمل کیا تھا۔

بعض لوگ اس بدھ کو اہتمام سے سیر و تفریح کے لیے باغات اور پارکوں میں جاتے ہیں اور بعض لوگ پکے ہوئے چھولے اور عمدہ قسم کے کھانے پکا کر تقسیم کرتے ہیں۔ اس کا جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہم آقا کریم ﷺ کی صحت یابی کی خوشی میں یہ عمل کرتے ہیں۔ بعض علاقوں میں باقاعدہ تہوار منایا جاتا ہے۔ مزدور اور کاریگر اپنے مالکان سے اس دن کھانے اور مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ان تمام رسومات کی بنیاد یہ غلط اعتقاد ہے کہ حضور اکرم ﷺ صفر کے آخری بدھ کو صحت یاب ہوئے تھے جیسا کہ ایک شعر بھی معروف ہے۔

؎ آخری چہار شنبہ آیا ہے
غسلِ صحت نبی نے فرمایا ہے

اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن رسول اللہ ﷺ کی صحت یابی کا کوئی ثبوت ہے، بلکہ مرضِ اقدس جس میں وفات ہوئی، اس کی ابتدا اِس دن سے بتائی جاتی ہے''۔(احکامِ شریعت، حصہ:3، صفحہ:183)

صدر الشریعہ، حضرت مولانا مفتی امجد علی اعظمی صاحب لکھتے ہیں ''ان دنوں میں رسول اللہ کا مرض شدت کے ساتھ تھا۔لوگوں کو جو باتیں بتائی جاتی ہیں سب خلافِ واقعہ ہیں''۔(بہارِ شریعت، جلد:6، صفحہ:242)

عوام کی ایک بڑی تعداد اس مہینے میں شادی بیاہ کو ممنوع سمجھتی ہے اور مشہور ہے کہ ''جو شادی صفر میں ہوگی وہ صِفر ثابت ہوگی''۔لہٰذا لوگ اس مہینے میں شادی میں انتہائی گریز کرتے ہیں اور پہلے سے طے شدہ تاریخوں تک کو محض صفر کی وجہ سے تبدیل کر دیتے ہیں۔اسی طرح خوشی کی دوسری کوئی تقریب بھی منعقد کرنے سے قصداً گریز کیا جاتا ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ صفر کا مہینہ (نعوذ باللہ) نامبارک اور منحوس ہے، لہٰذا اِس میں کیا جانے والا کام بھی نامبارک و منحوس ثابت ہوگا۔یہ اعتقاد سراسر غلط اور خلافِ شریعت و سنت ہے۔سال کے بارہ مہینوں میں سے کوئی مہینہ بھی منحوس نہیں ہے۔متعدد احادیث میں سرورِ کونین ﷺ نے اس بات کی نفی واضح طور پر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی چیز میں فی نفسہ کوئی نحوست نہیں ہوتی۔

چنانچہ حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی بھی چیز میں کوئی نحوست نہیں۔گھر، عورت، سواری (جس کو لوگ منحوس سمجھتے ہیں) ان سے بھی برکت ہوتی ہے۔(ترمذی)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''ماہِ صفر میں بیماری نحوست اور بھوت پریت وغیرہ کا کوئی نزول نہیں ہوتا''۔(مسلم) حضور ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے ''اللہ کے حکم کے بغیر ایک کا مرض دوسرے کو نہیں لگتا اور صفر میں کوئی نحوست نہیں اور بھوت پریت (غول بیابانی) میں



اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو نقصان پہنچانے کی صلاحیت نہیں ہے‘‘۔(بخاری) اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’ماہ صفر میں بیماری، بدشگونی و نحوست، شیطان جنات کی گرفت کے اثرات کی کوئی حقیقت نہیں‘‘۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ صفر کے مہینے میں کوئی نحوست نہیں ہے اور جس طرح سال کے کسی بھی مہینے میں نکاح کرنے کی کوئی ممانعت نہیں، اسی طرح اس مہینے میں بھی نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسلامی تعلیمات سے دُوری کی وجہ سے مسلمانوں میں یہ بات پیدا ہوگئی ہے کہ وہ محرم کے مہینے میں اس لیے نکاح وغیرہ نہیں کرتے کہ اس میں واقعۂ کربلا ہوا تھا اور ماہِ صفر میں اس لیے نکاح نہیں کرتے کہ اس مہینے میں ہونے والے نکاح نامبارک و منحوس ثابت ہوتے ہیں۔ شریعت ان دونوں مہینوں میں نکاح پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتی۔ شریعت نے سال بھر کے ہر دن اور ہر مہینے میں نکاح اور شادی بیاہ کو جائز رکھا ہے اور کسی مہینے یا دن میں ان امور کی ممانعت نہیں فرمائی۔

آقائے دو عالم حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مہینے میں حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقدِ نکاح فرما کر اپنے عمل سے بھی ثابت فرما دیا ہے کہ صفر کے مہینے میں شادی و نکاح کرنا جائز ہے۔

کسی کی وفات پر شریعت صرف تین دن سوگ منانے کی اجازت دیتی ہے البتہ بیوی اپنے شوہر کی وفات پر 4 ماہ 10 دن سوگ منائے گی۔ جو لوگ صفر المظفر یا محرم الحرام میں شادی بیاہ کو ناجائز سمجھتے ہیں وہ پتہ نہیں ربیع الاول شریف میں شادی بیاہ کو کیوں جائز سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کا مہینہ ہے۔



ایصالِ ثواب

محمد اقبال قادری

11 صفر المظفر تا 10 ربیع الاول

11 صفر المظفر حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی / حضرت مولانا ابراہیم رضا خان جیلانی

12 صفر المظفر حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی / حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

13 صفر المظفر حضرت امام نسائی / حضرت پیر صبغت اللہ شہید

14 صفر المظفر حضرت مالک بن دینار / حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی

15 صفر المظفر حضرت بایزید بسطامی / حضرت امام علی الحق شاہ

16 صفر المظفر حضرت محمد بن یوسف کرمانی / حضرت علامہ ارشد القادری

17 صفر المظفر حضرت مولانا مفتی غلام رسول رمداسی / حضرت مولانا حامد علی رامپوری / حضرت خواجہ حسن بلغاری / حضرت خواجہ بہاؤالدین

18 صفر المظفر حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری

19 صفر المظفر حضرت قاضی حمید الدین ناگوری / حضرت سید احمد کالپی شریف

20 صفر المظفر حضرت مولانا ساجد میاں بریلی / حضرت سید علی شیرازی

21 صفر المظفر حضرت شمس الدین عبید قادری / حضرت شاہ عبدالرحمٰن شیرازی

22 صفر المظفر حضرت شیخ محمد راجن

23 صفر المظفر حضرت امام باقر / حضرت مولانا سلیم قادری / حضرت سائیں کرم الٰہی قادری گجراتی

24 صفر المظفر ❁ حضرت سردار عتیق الرحمٰن قادری / حضرت نقی شہید / حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی

25 صفر المظفر ❁ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی

26 صفر المظفر ❁ حضرت سیدنا حسن بغدادی

27 صفر المظفر ❁ حضرت شاہ سلیمان پھلواری / حضرت امام بدر الدین عینی

28 صفر المظفر ❁ شہادت امام حسن رضی اللہ عنہ / امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی / حضرت احمد صدیق شاہ

29 صفر المظفر ❁ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی / حضرت امام شرف الدین نوری

30 صفر المظفر ❁ حضرت امام محمد حاکم نیشاپوری

یکم ربیع الاول ❁ حضرت شیخ زکریا بخاری / حضرت امام احمد بن حنبل

2 ربیع الاول ❁ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری

3 ربیع الاول ❁ حضرت خواجہ فضیل بن عباس / حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی / حضرت پیر عبداللہ جان سرہندی

4 ربیع الاول ❁ حضرت شیخ سرہندی / حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی / حضرت مولانا محمد اکرم رضوی شہید / حضرت مولانا محمد کامل

5 ربیع الاول ❁ حضرت ابی محمد امام حسن

6 ربیع الاول ❁ حضرت شاہ عبداللہ چشتی

7 ربیع الاول ❁ حضرت میاں میر لاہوری / حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری

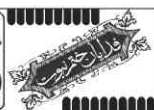
8 ربیع الاول ❁ حضرت امام حسن عسکری / حضرت نوشہ گنج بخش قادری

9 ربیع الاول ❁ حضرت سید عبدالقادری بخاری / حضرت شیخ معصوم سرہندی / حضرت حکیم اجمل بن حکیم جمیل عارفی

10 ربیع الاول ❁ حضرت پیر مکی شاہ لاہوری

❁ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ❁





مابقاء الامۃ بعد شتم نبیھا
کیا گستاخ رسول سے انتقام لیے بغیر مسلم اُمہ کو زندہ رہنے کا حق ہے؟؟؟

